رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

انہ اوی القریہ

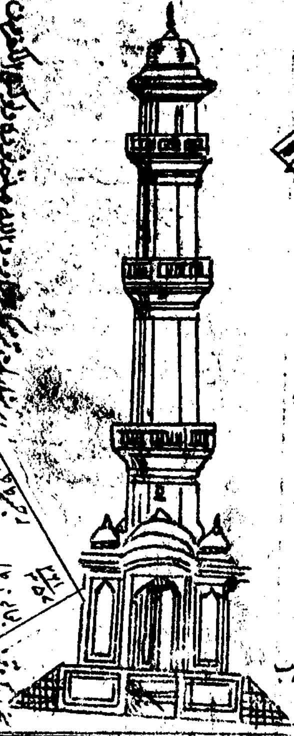
الحکم

چہ گویم باتو گرا نی چہار قادیان بینی	دو بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

(۱) عوام سے صہ (۲) خواص و معاونین سے عہ (۳) ہندوستان سے باہر سے (۴) غیر مذاہب والوں سے ہیے (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں سے



فہرست مضامین

نمبر ۶ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۰۶ء مطابق ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ | جلد ۱۰

تازہ الہامات و کشوف

۸ فروری ۱۹۰۶ء۔ خواب میں دیکھا گیا تھا کہ ہمارے باغ کے قریب ایک نہر رواں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اب باغ جلد چند روز میں پرورش پا جائے گا اور اگر پانی ہی نہ ملے گا تب بھی سرسبز ہو جاویگا میرے نزدیک اسکی تعبیر یہ ہے کہ باغ سے مراد اپنی جماعت ہے اور نہر سے مراد نصرت اور تائید الٰہی ہے جو شاخوں کے رنگ میں ظاہر ہوگی۔

۱۰ فروری ۱۹۰۶ء کو دیکھا کہ ایک جماعت کثیر میرے پاس کھڑی ہے۔ ایک حاکم آیا اور اس نے کھڑے ہو کر کہا کہ کیوں اس جماعت کو منتشر نہ کیا جاوے میں نے کہا کہ اس جماعت میں کوئی مخالفت نہیں۔ صرف تعلیم پاتے ہیں پھر اس حاکم نے کہ گویا وہ ایک فرشتہ تھا۔ آسمان کی طرف منہ کرکے ایک دو باتیں کیں۔ جو سمجھ میں نہیں آئیں۔ پھر اس نے مجھے مخاطب کرکے کہا کہ اسلام اور چلا گیا

بنگالہ کی نسبت ایک پیشگوئی

۱۱ فروری ۱۹۰۶ء۔ الہام ہوا۔ پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا۔ اب انکی دلجوئی ہوگی۔

ایک پوشیدہ خبر شایع ہونیکی پیشگوئی

۱۱ فروری ۱۹۰۶ء۔ ایک کسی نے کہا۔ کرنسی نوٹ پھر ایک کتاب مجھے دیکھی گویا وہ کرنسی نوٹ تھے اور پھر الہام میری زبان پر جاری ہوا۔

دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہوگیا

(فرمایا اخبار سے مراد خبر ہے۔ م)

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰحضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت الحمد للہ اچھی ہے اور حضور کا خاندان بھی اچھی طرح ہے۔ صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب لاہور تشریف لے گئے ہیں۔

۲۔ ہفتہ زیر اشاعت میں کپور تھلہ کریام ضلع جالندھر سرڑہ ضلع ہوشیارپور اور بعض دیگر مقامات سے احباب حاضر ہوئے۔ لاہور سے ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب بھی آئے ڈاکٹر صاحب کی طبیعت پچھلے چند روز سے اچھی نہ رہی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اب رو بصحت ہیں۔

۳۔ ۱۴ فروری سے بارش کا سلسلہ کم و بیش شروع تھا مگر ۱۵۔ اور ۱۶ کی شام تک جبکہ میں نوٹ لکھ رہا ہوں بارش ہو رہی ہے فصلوں کی حالت امید ہے اللہ تعالیٰ چاہے تو اچھی ہو جائے۔ نرخ غلہ میں کسیقدر ارزانی پیدا ہوئی ہے ۱۶ کو ۱۴ ثار گندم کا بھاؤ ہو گیا۔

۴۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کے سالانہ معائنہ کیلئے بابو جگل کشور صاحب سینئر اسسٹنٹ انسپکٹر صاحب تشریف لائے اور ۱۴۔ اور ۱۵ کو انہوں نے سکول کا معائنہ کیا اور حصہ پرائمری کا بھی امتحان لیا۔ نتائج اچھے ہیں مفصل حالات پھر۔ آج ۱۷ کو مسٹر گاڈلے صاحب انسپکٹر آف سکولز کی آمد ہے جو تعلیم الاسلام سکول کے حصہ مڈل اور ہائی کا معائنہ کریں گے۔ بابو جگل کشور صاحب پرانے زمانہ کی طرز کے خوش خلق اور شریں ہوائی طبیعت کے آفیسر ہیں۔

تعلیم الاسلام سکول کیلئے جدید عمارت کی ضرورت

مدرسہ کی ضروریات جو یوماً فیوماً بڑھ رہی ہیں کارکنان مدرسہ کو مجبور کر چکی ہیں کہ وہ اس کیلئے ایک وسیع قطعہ زمین پر عمارت بنائیں چنانچہ ایک بہت بڑا قطعہ زمین اس مطلب کیلئے پسند کیا گیا ہے عنقریب اسے خرید لیا جاویگا اس قطعہ زمین اور عمارت کے اخراجات پچیس ہزار روپیہ سے کم نظر نہیں آتے اب سوال یہ ہے کہ یہ روپیہ کہاں سے آئیگا؟ اس کا جواب احمدی دیں گے جنہوں محض خدا کے فضل سے آجتک مدرسہ کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے سعی کی ہے آجتک مدرسہ پر قریباً پچاس ساٹھ ہزار روپیہ خرچ ہوا ہے جسمیں کسی غیر احمدی کا غالباً ایک پیسہ بھی نہیں۔ اسلئے اب اس ضرورت کو احمدی ہی پورا کریں گے اور خدا کے فضل سے کریں گے ہاں سررشتہ تعلیم کے واجب الاحترام اور علم دوست ڈائرکٹر مسٹر بیل صاحب بالقابہ کو توجہ دلانا بے شک ضروری ہے کہ وہ ہر قوم کے مدرسوں اور کالجوں کیلئے بڑی فیاضی سے گورنمنٹ سے مدد دلاتی ہے۔ اسلئے اگر اس موقعہ پر وہ احمدی قوم کے سکول کی بلڈنگ کیلئے کوئی خاص مدد دیں تو وہ کئی لاکھ کی قوم کو خصوصاً شکر گزاری کا موقعہ دیں گے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس قوم نے آجتک اپنے مدرسہ کیلئے ایک پائی کی بھی گورنمنٹ اور سررشتہ تعلیم کو تکلیف نہیں دی حالانکہ اسے دوسری وفادار رعایا اور دوسرے سکولوں کیطرح ہر وقت ایسا حق حاصل تھا اور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم حتی الوسع اپنی تعلیمی ضروریات کا بوجھ گورنمنٹ کے سر ڈالنا نہیں چاہتے لیکن ایسے وقت کہ مدرسہ کی عمارت ایک کثیر رقم کو چاہتی ہے میرا ڈائرکٹر صاحب کو ایسے ضروری امر پر توجہ دلانا ہرگز بے موقع اور نامناسب نہیں۔ میں اپنے سکول کی مینجنگ کمیٹی کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ اگر وہ اس امر کو مناسب سمجھے تو ڈائرکٹر صاحب کو متوجہ کرے میرا خیال ہے کہ ہمارا علم دوست اور انصاف پسند ڈائرکٹر اس امر پر خاص توجہ کر سکیگا مفصل پھر کبھی

کلماتِ طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمان

اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تقریر جو آپ نے ۲۷ دسمبر ۱۹۰۵ء کو بعد نماز ظہر و عصر مسجد اقصیٰ میں فرمائی۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۵ء کی صبح کو مہمان خانہ جدید کے بڑے ہال میں احباب کا ایک بڑا جلسہ اس غرض کیلئے منعقد ہوا تھا کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کی اصلاح کے سوال پر غور کریں اسمیں بہت سے بھائیوں نے مختلف پہلوؤں پر تقریریں کیں۔ جو اگر ممکن اور مناسب ہوا تو خلاصۃً کسیوقت درج کردیجاویگی ورنہ نہیں۔

ان تقریروں کے ضمن میں ایک بھائی نے اپنی تقریر کے ضمن میں کہا کہ "جہانتک میں جانتا ہوں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ اور دوسرے مسلمانوں میں صرف اسیقدر فرق ہے کہ وہ مسیح ابن مریم زندہ آسمان پر جانا تسلیم کرتے ہیں اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ وفات پاچکے ہیں اس کے سوا اور کوئی نیا امر ایسا نہیں جو ہمارے اور ان کے درمیان اصولی طور پر قابل نزاع ہو" اس سے چونکہ کامل طور پر سلسلہ کی بعثت کی غرض کا پتہ نہ لگ سکتا تھا بلکہ ایک امر مشتبہ اور کمزور معلوم ہوتا تھا اسلئے ضروری امر تھا کہ آپ اسکی اصلاح فرماتے۔ چونکہ اسوقت کافی وقت نہ تھا اسلئے ۲۷ دسمبر کو بعد ظہر و عصر آپ نے مناسب سمجھا کہ اپنی بعثت کی اصل **غرض** پر کچھ تقریر فرمائیں۔ آپکی طبیعت بھی ناساز تھی تاہم محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔ ایڈیٹر

فرمایا

افسوس ہے اسوقت میری طبیعت بیمار ہے اور میں کچھ زیادہ بول نہیں سکتا لیکن ایک ضروری امر کیوجہ سے چند کلمے بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کل میں نے سنا تھا کہ کسی صاحب نے یہ بیان کیا تھا کہ گویا ہم میں اور ہمارے مخالف مسلمانوں کے درمیان فرق صرف موت و حیات مسیح علیہ السلام کا ہے ورنہ ایک ہی ہیں اور عملی طور پر ہمارے مخالفوں کا قدم بھی حق پر ہے یعنی نماز روزہ اور دوسرے اعمال مسلمانوں کے ہیں اور وہ سب اعمال بجالاتے ہیں۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بارہ میں ایک غلطی پڑگئی تھی جس کے ازالہ کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ پیدا کیا۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بات صحیح نہیں۔ یہ تو سچ ہے کہ مسلمانوں میں یہ غلطی بہت بری طرح پیدا ہوئی ہے لیکن اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ **میرا دنیا میں آنا** صرف اتنی ہی غلطی کے ازالہ کیلئے ہے اور اور کوئی خرابی مسلمانوں میں ایسی نہ تھی جسکی اصلاح کیجاتی بلکہ وہ صراط مستقیم پر ہیں تو یہ خیال غلط ہے۔ میرے نزدیک وفات یا حیات مسیح ایسی بات نہیں کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ اتنا بڑا سلسلہ قایم کرتا اور ایک خاص شخص کو دنیا میں بھیجا جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے طور پر اس کو ظاہر کرتا جس سے اسکی بہت بڑی عظمت پائیجاتی ہے یعنے یہ کہ دنیا میں تاریکی پھیل گئی ہے۔ اور زمین لعنتی ہوگئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی غلطی کچھ آج پیدا نہیں ہوگئی بلکہ یہ غلطی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تھوڑے ہی عرصہ بعد پیدا ہوگئی تھی اور خواص اولیاء اللہ صلحا اور اہل اللہ بھی آتے رہے اور لوگ اس غلطی میں گرفتار رہے اگر اس غلطی ہی کا ازالہ مقصود ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسوقت ہی کردیتا مگر نہیں ہوا۔ اور یہ غلطی چلی آئی۔ اور ہمارا زمانہ آگیا اسوقت بھی اگر نری اتنی ہی بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک سلسلہ پیدا نہ کرتا کیونکہ **وفات مسیح** ایسی بات تو تھی ہی نہیں جو پہلے کسی نے تسلیم نہ کی ہو پہلے سے بھی اکثر خواص جنپر اللہ تعالیٰ نے کھولدیا یہی مانتے چلے آئے مگر بات کچھ اور ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قایم کیا۔ یہ سچ ہے کہ **مسیح** کی وفات کی غلطی کو دور کرنا بھی اس سلسلہ کی بہت بڑی غرض تھی لیکن صرف اتنی ہی بات کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھکو **کھڑا** نہیں کیا بلکہ بہت سی باتیں ایسی پیدا ہوچکی تھیں اگر انکی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ ایک سلسلہ قایم کرکے کسی کو **مامور** نہ کرتا تو دنیا تباہ ہوجاتی اور **اسلام** کا نام و نشان مٹ جاتا!!

اس لئے اسی مقصد کو دوسرے پیرایہ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہماری بعثت کی غرض کیا ہے؟

وفات عیسیٰ اور حیات اسلام

یہ دونو مقاصد باہم بہت بڑا تعلق رکھتے ہیں اور وفات **مسیح** کا مسئلہ اس زمانہ میں حیات **اسلام** کیلئے ضروری ہوگیا ہے اسلئے کہ حیات مسیح سے جو فتنہ پیدا ہوا ہے وہ بہت بڑھ گیا ہے۔ حیات مسیح کیلئے یہ کہنا کہ کیا اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں کہ انکو زندہ آسمان پر اٹھالے جاتا؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اسکی سنت سے ناواقفی کو ظاہر کرتا ہے۔ ہم تو سب سے زیادہ اس بات پر ایمان لاتے اور یقین کرتے ہیں۔

ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر

اللہ تعالیٰ بیشک ہر بات پر قادر ہے اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ بیشک وہ جو کچھ چاہے کرسکتا ہے لیکن وہ ایسے امور سے پاک اور منزہ ہے جو اسکی صفات کاملہ کے خلاف ہوں اور وہ ان باتوں کا دشمن ہے جو اس کے دین کے مخالف ہوں۔ حضرت عیسیٰ کی حیات ابتدا میں تو صرف ایک غلطی کا رنگ رکھتی تھی مگر آج یہ غلطی ایک **اژدہا** بن گئی ہے جو اسلام کو نگلنا چاہتی ہے۔ ابتدائی زمانہ میں۔ اس غلطی سے کسی گزند کا اندیشہ نہ تھا اور وہ غلطی ہی کے رنگ میں تھی مگر جب سے عیسائیت کا **خروج** ہوا۔ اور انہوں نے مسیح کی **زندگی** کو انکی خدائی کی ایک بڑی زبردست دلیل قرار دیا تو یہ خطرناک امر ہوگیا۔ انہوں نے بار بار اور بڑے زور سے اس امر کو پیش کیا کہ اگر مسیح خدا نہیں تو وہ **عرش** پر کیسے بیٹھا ہے؟ اور اگر انسان ہوکر کوئی ایسا کرسکتا ہے کہ **زندہ آسمان** پر چلا جاوے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آدم سے لیکر اسوقت تک کوئی بھی آسمان پر نہیں گیا؟ اس قسم کے دلائل پیش کرکے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنانا چاہتے ہیں اور انہوں نے بنایا اور دنیا کے ایک حصہ کو گمراہ کردیا۔ اور بہت سے مسلمان جو تیس لاکھ سے زیادہ بتائے جاتے ہیں اس غلطی کو صحیح عقیدہ تسلیم کرنے کیوجہ سے اس فتنہ کا شکار ہوگئے۔ اب اگر یہ بات صحیح ہوتی اور درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے جاتے جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں اور مسلمان اپنی غلطی اور ناواقفی سے انکی تائید کرتے ہیں تو پھر اسلام کیلئے تو

ایک ماتم کا دن ہوتا

کیونکہ اسلام تو دنیا میں اسلئے آیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دنیا کو ایک ایمان اور یقین پیدا ہو اور اسکی توحید پھیلے۔ وہ ایسا مذہب ہے کہ کوئی کمزوری اسمیں پائی نہیں جاتی۔ اور نہیں ہے وہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو وحدہٗ لاشریک قرار دیتا ہے کسی دوسرے میں خصوصیت تسلیم کیجاوے تو یہ تو اللہ تعالیٰ کی کسر شان ہے اور اسلام اس کو روا نہیں رکھتا مگر عیسائیوں نے مسیح کی اس خصوصیت کو پیش کرکے دنیا کو گمراہ کردیا ہے اور مسلمانوں نے بغیر سوچے سمجھے انکی اس ہاں میں ہاں ملادی۔ اور اس ضرر کی پروا نہ کی جو اس سے اسلام کو پہنچا۔

اس بات سے کبھی دھوکا نہیں کھانا چاہیے جو لوگ کہہ دیتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں کہ مسیح کو زندہ آسمان پر اٹھالیجاوے؟ بے شک وہ **قادر** ہے مگر وہ ایسی باتوں کو کبھی روا نہیں رکھتا جو مبدء شرک ہوکر کسی کو شریک الباری ٹھہراتی ہوں۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ ایک شخص کو بعض وجوہ کی خصوصیت دینا صریح مبدء شرک ہے۔ پس مسیح علیہ السلام میں یہ خصوصیت تسلیم کرنا کہ وہ تمام انسانوں کے برخلاف ابتک زندہ ہیں اور خواص بشری سے الگ ہیں یہ ایسی خصوصیت ہے جس سے عیسائیوں کو موقع دیا کہ وہ انکی **خدائی** پر اس کو بطور دلیل پیش کریں۔ اگر کوئی عیسائی مسلمانوں پر یہ اعتراض کرے کہ تم ہی بتاؤ کہ ایسی خصوصیت اسوقت کسی اور شخص کو بھی ملی ہے تو اس کا کوئی جواب ان کے پاس نہیں ہے اسلئے کہ وہ یقین کرتے ہیں کہ سب انبیاء علیہم السلام مرگئے ہیں مگر مسیح کی موت بقول ان مخالف مسلمانوں کے ثابت نہیں کیونکہ **توفی** کے معنے تو آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کے کرتے ہو۔ اسلئے **فلما توفیتنی** میں بھی یہی معنے کرنے پڑیں گے کہ جب تو نے مجھے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ اور کوئی آیت ثابت نہیں کرتی کہ اسکی موت بھی ہوگی پھر بتاؤ کہ ان کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دے اور وہ اپنی غلطی کو سمجھیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جو لوگ مسلمان کہلا کر اس عقیدہ کی کمزوری اور شناعت کے کھل جانے پر بھی اس کو نہیں چھوڑتے وہ دشمن اسلام اور اسکے لئے مار **آستین** ہیں۔

یاد رکھو اللہ تعالیٰ بار بار قرآن شریف میں مسیح کی **موت** کا ذکر کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ وہ دوسرے نبیوں اور انسانوں کی طرح وفات پاچکے کوئی امر بھی ایسا نہ تھا جو دوسرے نبیوں اور انسانوں میں نہ ہو۔ یہ بالکل سچ ہے کہ **توفی** کے موت ہی معنے ہیں۔ کسی لغت سے یہ ثابت نہیں کہ توفی کے معنے کبھی آسمان پر مع جسم اٹھانے کے بھی ہوتے ہیں زبان کی خوبی لغات کی توسیع پر ہے دنیا میں کوئی لغت ایسی نہیں ہے جو صرف ایک شے کے لئے ہو اور دوسرے کیلئے نہ ہو۔ ہاں خدا تعالیٰ کیلئے یہ خصوصیت ضرور ہے اسلئے کہ وہ وحدہٗ لاشریک خدا ہے۔ لغت کی کوئی کتاب پیش کرو جسمیں **توفی** کے یہ معنے خصوصیت سے حضرت عیسیٰ کیلئے کئے ہوئے ہوں کہ زندہ آسمان پر مع جسم اٹھانا ہے اور سارے جہان کیلئے جب یہ لفظ استعمال ہو تو اس کے معنے موت کے ہوں گے اس قسم کی خصوصیت لغت کی کسی کتاب میں دکھاؤ؟ اور اگر نہ دکھا سکو اور نہیں ہے تو پھر خدا تعالیٰ سے ڈرو کہ یہ مبدء شرک ہے اس غلطی ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمان عیسائیوں کے مدیون ٹھیرتے ہیں اگر عیسائی یہ کہیں کہ جس حال میں تم مسیح کو زندہ تسلیم کرتے ہو کہ وہ آسمان پر ہے اور پھر اس کا آنا بھی مانتے ہو اور یہ بھی کہ وہ حکم ہوکر آئیگا۔ اب بتاؤ کہ اس کے خدا ہونے میں کیا شبہ رہا جب کہ یہ بھی ثابت نہ ہو کہ اس کی موت ہوگی۔ یہ کہنا بڑا مصیبت کا امر ہو کہ **عیسائی سوال کرے اور اس کا جواب نہ ہو؟**

غرض

اس غلطی کا اثر بد اب یہاں تک بڑھ گیا یہ تو سچ ہے کہ مدار اصل مسیح کی موت کا مسئلہ ایسا عظیم الشان نہ تھا کہ اس کے لئے ایک عظیم الشان مامور کی ضرورت ہوتی۔ اگر میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کی حالت بہت ہی نازک ہوگئی ہے انہوں نے قرآن کریم پر تدبر چھوڑدیا اور انکی عملی حالت خراب ہوگئی۔ اگر انکی عملی حالت درست ہوتی

اور وہ قرآن کریم اور اس کے لغات پر توجہ کرتے تو ایسے معنے ہرگز نہ کرتے۔ انہوں نے اسی لئے اپنی طرف سے یہ معنے کر لئے توفی کا لفظ کوئی نرالا اور نیا لفظ نہ تھا اس کے معنے تمام لغت عرب میں خواہ وہ کسی نے لکھی ہو **موت** کے کئے ہیں پھر انہوں نے مع جسم آسمان پر اٹھانے کے معنے آپ ہی کیوں بنا لئے۔ بڑا افسوس ہوتا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی اس لفظ کے یہی معنے کر لیتے۔ کیونکہ یہی لفظ آپ کیلئے بھی تو قرآن شریف میں آیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے

واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک

اب بتاؤ کہ اگر اس لفظ کے معنے مع جسم آسمان پر اٹھانا ہی ہیں تو کیا ہمارا حق نہیں کہ آپ کے لئے بھی یہی معنے کریں بکیا وجہ ہے کہ وہ نبی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزارہا درجہ کم تر ہے اسکے لئے جب یہ لفظ بولا جاوے تو اس کے من گھڑت معنے کر کے زندہ آسمان پر لیجاویں لیکن جب سید الاولین والآخرین کیلئے یہ لفظ آوے تو اس کے معنے بجز موت کے کچھ نہ کریں حالانکہ آپکی **زندگی** ایسی ثابت ہے کہ کسی اور نبی کی ثابت نہیں اور اس لئے ہم زور اور دعوی سے یہ بات پیش کرتے ہیں کہ اگر کوئی نبی زندہ ہے تو وہ **ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم** ہی ہیں۔ اکثر اکابر نے **حیات النبی** پر کتابیں لکھی ہیں اور ہمارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایسے زبردست ثبوت موجود ہیں کہ کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ منجملہ ان کے ایک یہ بات ہے کہ زندہ نبی وہی ہو سکتا ہے۔ جسکے **برکات** اور **فیوض** ہمیشہ کیلئے جاری ہوں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے زمانہ سے لیکر اسوقت تک کبھی بھی مسلمانوں کو ضائع نہیں کیا۔ ہر **صدی** کے سر پر اس نے کوئی آدمی بھیجدیا۔ جو زمانہ کے مناسب حال اصلاح کرتا رہا یہانتک کہ اس صدی پر اس نے

مجھے بھیجا ہے

تاکہ میں **حیات النبی** کا ثبوت دوں۔ یہ امر قرآن شریف سے ہی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حفاظت کرتا رہا ہے اور کریگا۔ جیسا کہ فرمایا ہے **انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون**۔ یعنے بیشک ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کریں گے۔ **انا لہ لحافظون** کا لفظ صاف طور پر یہ دلالت کرتا ہے کہ صدی کے سر پر ایسے آدمی آتے رہیں گے جو گم شدہ متاع کو پھر لائیں اور لوگوں کو یاد دلائیں۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب پہلی صدی گذر جاتی ہے تو پہلی نسل بھی اٹھ جاتی ہے اور اس نسل میں جو عالم۔ حافظ قرآن۔ اولیاء اللہ ابدال ہوتے ہیں وہ فوت ہو جاتے ہیں اور اس طرح ضرورت ہوتی ہے کہ احیاء ملت کیلئے کوئی شخص پیدا ہو کیونکہ اگر

دوسری صدی میں نیا بندوبست اسلام کے تازہ رکھنے کیلئے نہ کرے تو یہ **مذہب** مر جاوے اسلئے وہ ہر صدی کے سر پر ایک شخص کو مامور کرتا ہے جو اسلام کو مرنے سے بچا لیتا ہے اور اسکو نئی زندگی عطا کرتا ہے اور دنیا کو ان غلطیوں بدعات اور غفلتوں اور سستیوں سے بچا لیتا ہے جو انمیں پیدا ہوتی ہیں۔

یہ خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے اور یہ آپ کی **حیات** کی ایسی زبردست دلیل ہے کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اسطرح پر آپ کے **برکات** و **فیوض** کا سلسلہ لا انتہا اور غیر منقطع ہے۔ اور ہر زمانہ میں گویا **امت** آپ کا ہی **فیض** پاتی ہے اور آپ ہی سے تعلیم حاصل کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبوب بنتی ہے جیسا کہ فرمایا ہے

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

پس خدا تعالیٰ کا پیار ظاہر ہے کہ اس امت کو کسی صدی میں خالی نہیں چھوڑتا اور یہی ایک امر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **حیات** پر روشن دلیل ہے۔ بالمقابل حضرت عیسیٰ کی حیات ثابت نہیں انکی زندگی ہی میں ایسا فتنہ برپا ہوا کہ کسی اور نبی کی زندگی میں وہ فتنہ نہیں ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت عیسیٰ سے مطالبہ کرنا پڑا کہ

ء انت قلت للناس اتخذونی و امی الھین

یعنے کیا تو نے ہی کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا بنا لو۔ جو جماعت حضرت عیسیٰ نے تیار کی وہ ایسی کمزور اور ناقابل اعتبار تھی کہ خود ہی عیسائی بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔ انجیل سے ثابت ہے کہ وہ بارہ شاگرد جو انکی خاص قوت قدسی اور تاثیر کا نمونہ تھے انہیں سے ایک نے جسکا نام **یہودا اسکریوطی** تھا اس نے تیس روپیہ پر اپنے آقا و مرشد کو بیچدیا اور دوسرے نے جو سب سے اول نمبر پر ہے اور شاگرد رشید کہلاتا تھا اور جس کے ہاتھ میں بہشت کی کنجیاں تھیں یعنے پطرس اس نے سامنے کھڑے ہو کر تین مرتبہ **لعنت** کی جب خود حضرت مسیح کی موجودگی میں انکا اثر اور فیض اسقدر تھا اور اب انیس سو سال گذر نے کے بعد خود اندازہ کر لو کہ کیا باقی رہا ہو گا۔ اس کے بالمقابل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جماعت طیار کی تھی وہ ایسی **صادق** اور **وفادار** جماعت تھی کہ انہوں نے آپ کیلئے جانیں دیدیں۔ وطن چھوڑ دیئے۔ عزیزوں اور رشتہ داروں کو چھوڑ دیا۔ غرض آپ کیلئے کسی چیز کی پرواہ نہ کی۔

یہ کیسی زبردست تاثیر تھی اس تاثیر کا ہی مخالفوں نے اقرار کیا ہے اور پھر آپ کی تاثیرات کا سلسلہ بند نہیں ہوا بلکہ ابتک وہ چلی جاتی ہیں قرآن شریف کی تعلیم میں وہی اثر وہی برکات اب بھی موجود ہیں۔ اور پھر تاثیر کا ایک اور بھی نمونہ قابل ذکر ہے کہ انجیل کا کہیں پتہ ہی نہیں لگتا خود عیسائیوں کو اس امر میں مشکلات ہیں کہ اصل انجیل کونسی ہے اور وہ کس زبان میں تھی اور کہاں ہے مگر قرآن شریف کی برابر حفاظت ہوتی چلی آئی ہے ایک لفظ

اور نقطہ تک اس کا اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتا۔ اسقدر حفاظت ہوئی ہے کہ ہزاروں لاکھوں حافظ قرآن شریف کے ہر ملک اور ہر قوم میں موجود ہیں جنمیں باہم اتفاق ہے ہمیشہ یاد کرتے اور سناتے ہیں۔

اب بتاؤ کہ کیا یہ آپ کے برکات اور زندہ برکات نہیں ہیں؟ اور کیا ان سے آپکی **حیات** ثابت نہیں ہوتی؟

غرض

کیا قرآن شریف کی حفاظت کے رو سے اور کیا تجدید دین کیلئے ہر صدی پر مجدد کے آنے کی حدیث سے اور کیا آپکی برکات اور تاثیرات سے جو ابتک جاری ہیں آپکی **حیات** ثابت ہوتی ہے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی **حیات** کے عقیدہ نے دنیا کو کیا فائدہ پہونچایا ہے؟ کیا اخلاقی اور عملی طور پر دنیا کی اصلاح ہوئی ہے یا فساد پیدا ہوا ہے؟ اس امر پر جسقدر غور کریں گے اسیقدر اسکی خرابیاں ظاہر ہوتی چلی جائیں گی۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اسلام نے اس عقیدہ سے بہت بڑا ضرر اٹھایا ہے یہانتک کہ ۲۹ کروڑ کے قریب لوگ عیسائی ہو چکے جو سچے خدا کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کو خدا بنا رہے ہیں اور عیسائیت نے دنیا کو جو نفع پہنچایا ہے وہ ظاہر امر ہے خود عیسائیوں نے اس امر کو قبول کیا ہے کہ عیسائیت کے ذریعہ بہت سی بداخلاقیاں دنیا میں پھیلی ہیں۔ کیونکہ جب انسان کو تعلیم ملے کہ اسکے گناہ کسی دوسرے کے ذمہ ہو چکے تو وہ گناہ کرنے پر دلیر ہو جاتا ہے۔ اور گناہ نوع انسان کیلئے ایک خطرناک زہر ہے جو عیسائیت نے پھیلائی ہے۔ اس صورت میں اس عقیدہ کا ضرر اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ **حیات مسیح** کے متعلق اس زمانہ کے لوگوں پر الزام ہے۔ نہیں بعض پہلوں نے غلطی کھائی ہے مگر وہ تو اس غلطی میں بھی ثواب ہی پا گئے کیونکہ مجتہد کے متعلق لکھا ہے **قد یخطی و یصیب** کبھی مجتہد غلطی بھی کرتا ہے اور کبھی ثواب مگر دونوں طرح پر اسے ثواب ہوتا ہے اصل بات یہ ہے کہ مشیت ایزدی نے یہی چاہا تھا کہ ان سے یہ معاملہ مخفی رہے پس وہ غفلت میں رہے اور اصحاب کہف کیطرح یہ حقیقت ان پر مخفی رہی۔ جیسا کہ مجھے بھی الہام ہوا تھا۔ ام حسبت

ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا

اسیطرح مسیح کی حیات کا مسئلہ بھی ایک عجیب سر ہے باوجودیکہ قرآن شریف کھول کھول کر مسیح کی وفات ثابت کرتا ہے اور احادیث سے بھی یہی ثابت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جو آیت استدلال کے طور پر پڑھی گئی وہ بھی اسی کو ثابت کرتی ہے مگر باوجود اسقدر واضح ہونے کے خدا تعالیٰ نے اسکو مخفی کر دیا اور آنیوالے موعود کیلئے اسکو مخفی رکھا چنانچہ جب وہ آیا تو اسنے اس راز کو **ظاہر کیا**

یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ وہ جب چاہتا ہے کسی بھید کو مخفی کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اسے ظاہر کر دیتا ہے اسی طرح اس نے اس بھید کو اپنے وقت تک مخفی رکھا اب جبکہ وہ زمانہ آ گیا اور اس کے ہاتھ میں اس سر کی کنجی تھی اس نے اسے کھول کر دکھا دیا اب اگر کوئی نہیں مانتا اور ضد کرتا ہے تو وہ گویا اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے۔

غرض

وفات مسیح کا مسئلہ اب ایسا مسئلہ ہو گیا ہے کہ اسمیں کسی قسم کا اخفا نہیں رہا بلکہ ہر پہلو سے صاف ہو گیا ہے قرآن شریف سے مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے احادیث وفات کی تائید کرتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ معراج میں حضرت عیسیٰ کو حضرت یحییٰ کے ساتھ دیکھنا۔ اور پھر قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا مسیح کو زندہ آسمان پر جانے سے روکتی ہے۔ کیونکہ جب کفار نے آپ سے آسمان پر چڑھ جانے کا معجزہ مانگا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہی جواب دیا کہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ یعنے میرا رب اس وعدہ خلافی سے پاک ہے جو ایک دفعہ تو انسان کیلئے یہ قرار دے کہ وہ اسی زمین میں پیدا ہوا اور یہاں ہی مریگا۔ **فیھا تحیون و فیھا تموتون**۔

میں تو ایک بشر رسول ہوں یعنے وہ بشریت میرے ساتھ موجود ہے جو آسمان پر نہیں جا سکتی۔ اور اصل کفار کی غرض اس سوال سے یہی تھی جو انہوں نے پہلے سے سن رکھا تھا کہ انسان اس دنیا میں جیتا اور مرتا ہے اسلئے انہوں نے موقع پا کر یہ سوال کیا۔ جسکا جواب ان کو ایسا دیا گیا کہ انکا منصوبہ خاک میں مل گیا۔ پس یہ [illegible] مسئلہ ہے کہ مسیح وفات پا چکے ہاں یہ ایک معجزہ [illegible] ہے کہ انہیں غفلت میں رکھا۔ اور ہوشیار [illegible] بنا دیا۔ یہ بھی یاد رکھو کہ جن لوگوں نے یہ زمانہ نہیں پایا وہ معذور ہیں۔ ان پر کوئی حجت پوری نہیں ہوئی۔ اور اسوقت اپنے اجتہاد سے جو کچھ وہ سمجھے اس لیئے اللہ تعالیٰ سے اجر اور ثواب پائیں گے۔

مگر

اب وقت نہیں رہا۔ اسوقت اللہ تعالیٰ نے اس [illegible] اور اس مخفی راز کو ظاہر کر دیا ہے۔ اور اس مسئلہ کے [illegible] خوفناک اثروں کو تم دیکھ رہے ہو کہ اسلام تنزل کی حالت میں ہے اور عیسائیت کا یہی **ہتھیار حیات مسیح** ہے جسکو لیکر وہ اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کی ذریت عیسائیوں کا شکار ہو رہی ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ [illegible] مسائل وہ لوگوں کو جتا کر گرفتار کر رہے ہیں اور [illegible] جو والی ہے مسلمان انکے لئے تجویز کرنے میں [illegible] کا عقیدہ [illegible] اسلام سے بیزار ہو رہے ہیں اسلئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اب مسلمانوں کو متنبہ کر دیا [illegible]

(باقی آئندہ)

مشاہیر اسلام

امام بخاری

صحیح بخاری کو مسلمانوں میں جو عام مقبولیت حاصل ہے اسکا اندازہ صرف اس امر سے ہو سکتا ہے۔ کہ صحت کے لحاظ سے کتاب اللہ کے بعد اسکو جگہ دی گئی لیکن افسوس ہے کہ بہت کم لوگ اس کے نامور جامع کے حالات سے واقف ہوں گے۔ اسلئے اس مضمون میں ہم امام موصوف کے حالات جمع کر کے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ "میں نے ایک مستقل کتاب امام بخاری مسلم اور ابو داؤد کے حالات میں لکھی ہے" لیکن افسوس کہ آج اس کا پتہ نہیں اسلئے مقدمہ فتح باری کشف الظنون۔ کلمات طیبات شاہ ولی اللہ سے جسقدر حالات معلوم ہو سکے مجبوراً انہیں پر اکتفا کیا بعض باتیں دوسری کتابوں سے بھی لی گئیں گو یہ مضمون کا بڑا حصہ انہیں کتابوں کا ممنون ہے۔

نام و نسب اور ابتدائی حالات سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ۔ ان کا اصلی نام محمد۔ اور کنیت ابو عبداللہ ہے۔ ان کے جد اعلیٰ بردزبہ فارس کے رہنے والے۔ اور مذہباً مجوسی تھے۔

امام صاحب کے جد امجد مغیرہ پہلے شخص ہیں۔ جو اس خاندان میں مشرف باسلام ہوئے۔ اس زمانہ کا قاعدہ تھا۔ کہ جس شخص کے ہاتھ پر اسلام لاتے تھے۔ اسی کی نسبت سے نومسلم مشہور ہو جاتے تھے۔ مغیرہ چونکہ امیر بخارا یمان جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ اسلئے جعفی مشہور ہو گئے۔ اور یہ لقب نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا ہوا امام صاحب تک پہنچا اس بنا پر امام صاحب جعفی کے لقب سے بھی مشہور ہیں

امام صاحب کے دادا ابراہیم کا حال کچھ نہیں معلوم ہوتا لیکن ان کے والد اسمٰعیل چوتھے طبقے کے معتبر محدثین شمار کئے جاتے ہیں۔ اسمٰعیل کی ثقاہت اور مرتبہ کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ امام مالک اور حماد جیسے محدثین کی انہوں نے شاگردی کی۔ اور ابن مبارک جیسے شیوخ کی صحبت میں مدتوں رہے۔ اہل عراق نے اکثر حدیثیں انسے روایت کی ہیں خود امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ان کے حالات لکھے ہیں۔ اور اپنے بزرگ والد کے فضل و کمال پر فخر کیا ہے۔

امام صاحب کے نام سے زیادہ انکی ولدیت مشہور ہے۔ اسلئے اسقدر ہر شخص جانتا ہے کہ ان کا اصلی وطن بخارا ہے۔

بخارا قدیم جغرافیہ میں۔ اقلیم پنجم کے صوبہ ماوراء النہر کا ایک جلیل القدر شہر سمجھا جاتا تھا۔ لیکن جدید جغرافیہ کی رو سے ایشیائی ترکستان میں واقع ہے۔ اسکی پشت پر سمرقند۔ دہنی طرف تاشقند۔ بائیں طرف۔ صحرائے کراکورم۔ اور سامنے صحرائے قزل خورم ہے۔ دوسری صدی کے اواخر میں (جب بخارا کو امام صاحب کی پیدائش کا شرف حاصل ہوا) خلفائے عباسیہ کے زیر حکومت تھا۔ اور مقامی انتظام کے لئے دربار خلافت کی طرف سے ایک گورنر رہا کرتا تھا۔

شوال کی تیسری تاریخ تھی۔ اور جمعہ کا دن تھا جب ۱۹۴ھ سنہ ہجری میں امام بخاری پیدا ہوئے۔ ابھی کمسنی کو کے دن پورے نہیں ہوئے تھے۔ کہ ان کے والد اسماعیل یتیمی کا داغ۔ اپنی یادگار چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے ان سے رخصت ہو گئے۔ انکی والدہ جنکی سرپرستی اور توجہ پر انکی آئندہ ترقی کا دارومدار تھا۔ ان کو اور ان کے بڑے بھائی احمد کو لیکر بخارا سے مکہ معظمہ چلی آئیں۔ وہیں انہوں نے نشو و نما پائی۔ اور ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

امام صاحب کی تحصیل کا زمانہ بچپن ہی سے شروع ہوتا ہے۔ ابتدا میں علم فقہ پر توجہ کی۔ اور امام وکیع اور ابن مبارک جیسے اساتذہ فن کی تصنیفات کا مطالعہ کیا۔ پندرہ برس کی عمر میں فقہ کی تعلیم سے فارغ ہو گئے تو اس مقدس فن پر متوجہ ہوئے۔ جسکی پریشان اور نامرتب حالت۔ انکی آئندہ توجہ اور سرپرستی کا انتظار کر رہی تھی۔

اگرچہ اس امر کا تفصیلی حال نہیں معلوم ہوتا کہ امام صاحب نے ابتدا میں کن مشایخ سے فن حدیث کو حاصل کیا۔ لیکن اسقدر مسلم ہے۔ کہ ان کا فضل و کمال۔ اسحق بن راہویہ اور علی بن المدینی کے فیضان تعلیم کا زیادہ ممنون ہے۔

ان بزرگوں کے علاوہ۔ اور جن مشایخ کا تاریخوں میں پتہ چلتا ہے ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے شیوخ میں مختلف درجہ اور مختلف طبقے کی جماعتیں شامل تھیں۔ مثلاً

(۱) تبع تابعین۔ جیسے محمد بن عبداللہ انصاری۔ ابو عاصم النبیل۔

(۲) تابعین کے معاصر مگر کسی ثقہ تابعی سے انہوں نے حدیث کی روایت نہیں کی۔ جیسے آدم ابن ابی ایاس

(۳) تبع تابعین سے جن لوگوں کو اخذ حدیث کا موقع ملا جیسے قتیبہ ابن سعید۔ احمد بن حنبل۔ اسحق بن راہویہ

(۴) ہم درس طلبا جیسے محمد بن یحییٰ ذہلی۔ ابو حاتم رازی محمد بن ابراہیم

(۵) امام صاحب کے معاصرین جیسے عبداللہ بن حماد آملی۔ عبداللہ بن العاص۔

امام صاحب کے شوق علم کا یہ حال تھا کہ بغداد و بصرہ۔ خراسان۔ کوفہ۔ خوارزم۔ حجاز اور شام میں اسوقت کوئی محدث ایسا نہ تھا جس سے امام صاحب نے کچھ نہ کچھ اخذ نہ کیا ہو ان کے تمام شیوخ کی مجموعی تعداد ایک ہزار اسّی ہے جسمیں پہلے قسم کے محدثین کا حصہ زیادہ ہے۔

امام صاحب فطرتاً نہایت قوی الحافظہ تھے۔ فطرت کی اس فیاضی سے انہوں نے فن حدیث کی تحصیل میں بہت فائدہ اٹھایا۔ استاد سے جو حدیث سنتے فوراً زبانی یاد کر لیتے۔ ابتدا میں کتابت حدیث کے سخت مخالف تھے۔ ان کا قول تھا کہ "کتابت سے انسان کی فطری قابلیت کم ہو جاتی ہے۔ اور محض کتابوں پر اعتماد کرنے کا عادی ہو جاتا ہے" لیکن آگے چلکر جب ضروریات زمانہ متقاضی ہوئے۔ تو اپنی قدیم رائے بدلنی پڑی۔

امام صاحب کی شہرت امام صاحب کے فضل و کمال کی شہرت اس سے پہلے کہ وہ فارغ التحصیل ہوں۔ دور دور تک پہونچ چکی تھی حفظ حدیث میں انکا پایہ اسقدر بلند تھا۔ کہ بڑے بڑے محدثین مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اسلئے انکی تیزی ذہن اور قوت حافظہ کا عام طور پر اعتراف کیا جاتا تھا۔ ان کے زمانہ کے وہ علما جن کے گرد و پیش۔ ایک بڑی جماعت تلامذہ کی رہتی تھی۔ اور فضل و کمال کے لحاظ سے خود امام فن ہونے کی حیثیت رکھتے تھے ان کے کسی مجموعہ حدیث کو امام صاحب صحیح تسلیم کرتے۔ تو فخریہ لہجہ میں کہتے کہ "ہماری ان حدیثوں کو محمد بن اسمعیل بخاری نے صحیح تسلیم کیا" یعنے ان احادیث کی صحت میں اب کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ جب امام بخاری جیسے نقاد نے صحیح قرار دیا۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد اس شہرت نے وہ ترقی کی کہ دور دور سے لوگ سمع حدیث کی غرض سے حاضر ہونے لگے۔ ائمہ حدیث درس دیتے ہوئے امام صاحب کو اپنی مسند خاص پر جگہ دیتے۔ اور امام احمد ابن حنبل جیسے بزرگ کہتے کہ خراسان کی سرزمین نے محمد بن اسماعیل جیسا کوئی شخص نہیں پیدا کیا۔

یوسف بن موسےٰ نے بصرہ میں امام صاحب کی وسعت علم اور شہرت کا ایک پر اثر منظر دیکھا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دن کسی شخص کو گلیوں میں پکارتے ہوئے سنا۔ کہ "اے قدردانان علم! ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل اسوقت بصرہ میں تشریف فرما ہیں۔ جو شخص انکی زیارت کا مشتاق ہو۔ جامع مسجد میں حاضر ہو" یہ آواز سنتے ہی میں جامع مسجد میں حاضر ہوا۔ مسجد میں اسوقت بہت سے علما جمع تھے۔ اور ایک ادھیڑ عمر کا شخص ستون کی آڑ میں نماز پڑھ رہا تھا معلوم ہوا کہ امام محمد بن اسمعیل بخاری یہی ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر علما کی طرف متوجہ ہوئے حاضرین نے درخواست کی کہ آج حدیث کے متعلق ایک خطبہ دیں

امام صاحب نے منظور فرمایا شہر میں اعلان کر دیا گیا کہ فلاں وقت امام صاحب بیان فرمائیں گے۔ لوگ جوق جوق مسجد میں جمع ہونے لگے۔ جب حاضرین کی تعداد ایک ہزار تک پہونچ گئی تو امام صاحب کھڑے ہوئے اور یوں بیان کرنا شروع کیا کہ "اے علمائے بصرہ آج میں تمہارے سامنے وہ حدیثیں پیش کرونگا جن کے راوی تمہارے شہر بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ مگر تم کو انکی خبر نہیں۔" اس کے بعد انہوں نے جتنی حدیثیں بیان کیں سب کے رواۃ اہل بصرہ تھے۔

امام صاحب کی اس وسعت معلومات اور معرفت حدیث کو دیکھ کر اکثر علما کہا کرتے تھے کہ

انما ھو اٰیۃ من اٰیات اللہ تمشی علی وجہ الارض۔ ماخلق الا للحدیث

امام بخاری خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو زمین پر چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔ خدا نے ان کو صرف حدیث ہی کیلئے پیدا کیا۔

تحصیل علم کے لئے مختلف مقامات کا سفر امام صاحب نے تحصیل علم اور زیارت علما کے لئے دور دراز مقامات کے سفر کئے۔ مصر و شام میں استفادہ حدیث کی غرض سے دو بار گئے۔ حجاز میں متواتر چھ سال تک قیام کیا۔ کوفہ و بغداد میں جو علما کا مسکن تھا بار بار آیا کئے۔ بصرہ میں چار بار گئے۔ اور بعض مرتبہ پانچ پانچ برس تک قیام کیا۔ ایام حج میں مکہ معظمہ چلے جاتے۔ اور فراغت کے بعد پھر بصرہ چلے آتے۔ ان تمام سفروں میں نیشاپور کا سفر خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

نیشاپور کا سفر نیشاپور اس زمانے میں علم حدیث کا مرکز تھا۔ مسلم بن حجاج صاحب صحیح مسلم اور ان کے استاد امام محمد بن یحییٰ ذہلی جیسے محدث اسی خاک سے اٹھے تھے۔ ان کے علم اور فضل نے نیشاپور کو دور دور تک مشہور کر دیا تھا۔ ایسی حالت میں امام صاحب کا نیشاپور جانا اور بڑے بڑے اساتذہ کی موجودگی میں اپنے فضل و کمال کا سکہ بٹھانا ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔

امام صاحب جس شان سے نیشاپور میں داخل ہوئے اور جس جوش سے ان کا خیر مقدم کیا گیا اسکی تصویر خود امام مسلم نے ان مختصر لفظوں میں کھینچی ہے۔ کہ جب امام بخاری نیشاپور میں تشریف لائے۔ تو اہل نیشاپور نے اس شان سے ان کا استقبال کیا کہ والیان ملک اور سلاطین کو بھی نصیب نہ ہوا ہوگا۔[1]

امام صاحب نیشاپور میں بیٹھ کر درس و تدریس حدیث میں مشغول ہو گئے۔ علما سے اکثر آکر استفادہ کرتے اور امام صاحب کی معلومات حدیث سے مستفیض ہوتے۔ خود امام مسلم کا یہ حال تھا کہ امام صاحب کی استادی کی مجلس سے خالی نہ ہوتی تھی ایک دن امام صاحب کی باتوں اور تحریر علمی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور جوش میں آکر کہا کہ دعنی اقبل

[1] امام مسلم نیشاپوری نے بھی ان لوگوں سے سماعت کی ہے

رحلیك یا امیر المومنین فی الحدیث
اے ملک حدیث کے بادشاہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں قدم بوسی کا شرف حاصل کروں۔

امام محمد بن یحییٰ ذہلی اس پایہ کے شخص تھے کہ امام مسلم کے استاذ اور نیشاپور کے مسلم محدث تھے انہوں نے اپنے تمام شاگردوں کو حکم دیدیا تھا کہ امام صاحب کی مجلس میں حاضر ہوا کریں خود امام صاحب کی شہرت اور فضل و کمال نے اسطرح گرویدہ کر لیا کہ امام ذہلی جیسے بزرگوں کی مجلسیں بے رونق ہو گئیں ایک دن امام ذہلی نے اپنی مجلس میں فرمایا کہ میں کل محمد بن اسمٰعیل بخاری کی ملاقات کو جاؤں گا جس شخص کا جی چاہے میرے ساتھ چلے۔ ساتھ ہی امام ذہلی کو یہ خیال ہوا کہ امام بخاری کی بدولت میری درسگاہ میں جو بے رونقی ہو گئی ہے۔ اس کا اثر میرے طلبا پر بھی پڑا ہے۔ اسلئے میرے ساتھیوں میں سے کوئی طالب علم ایسی بات نہ پوچھ بیٹھے۔ جسکی بدولت مجھ میں اور محمد بن اسمٰعیل میں رنجش ہو جائے۔ اور غیر اقوام کو اہل سنت کے اختلاف پر ہنسی اڑانے کا موقع ہاتھ آ جائے۔ اسلئے اپنے ہمراہیوں کو تاکید کر دی کہ امام بخاری سے اختلافی مسایل کے متعلق کوئی سوال نہ کیا جاوے

دوسرے دن امام ذہلی اپنی جماعت کے ساتھ امام صاحب کے یہاں پہونچے۔ اتفاقاً وہی صورت پیش آ گئی جس کا انہیں خوف تھا ایک شخص نے اٹھکر امام صاحب سے سوال کیا کہ یا ابا عبداللہ قرآن کے جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں کیا وہ مخلوق ہیں؟ اس کے اصلی الفاظ یہ تھے

لفظی بالقرآن مخلوق؟

امام صاحب ساکت رہے۔ پھر اس شخص نے دوبارہ سوال کیا امام صاحب نے مجبور ہو کر جواب دیا کہ

القرآن کلام اللہ غیر مخلوق۔ ولفظی بالقرآن الفاظنا۔ والفاظنا من افعالنا۔ وافعالنا مخلوقۃ۔

قرآن کلام الٰہی اور غیر مخلوق ہے۔ اور جو الفاظ ہماری باتوں سے نکلتے ہیں وہ ہمارے الفاظ ہیں اور ہمارے الفاظ ہماری زبان کی ایک حرکت ہیں اسلئے ہمارا ایک فعل ہے اور ہمارے افعال مخلوق ہیں۔"

امام صاحب نے ان مختصر لفظوں میں در حقیقت اس بحث کا فیصلہ کر دیا تھا ظاہر ہے کہ اگر قرآن کا مفہوم نفس کلام ہے۔ تو کلام خدا کی ایک صفت ہے اور خدا کی صفت کیونکر مخلوق ہو سکتی ہے؟ اگر وہ الفاظ مراد ہیں جو ہماری حادث زبانوں سے نکلتے ہیں۔ تو چونکہ وہ مخلوق کا ایک فعل ہے۔ لہٰذا ان کے مخلوق ہونے میں کلام نہیں۔

لیکن اس انتہا کا جواب کہ عوام نہ سمجھ سکے ... اس واقعہ کو اسقدر ... شہرت دی کہ امام صاحب کی عام ہر دلعزیزی میں فرق آ گیا۔ مگر جو لوگ دقیقہ رس اور نقطہ سنج تھے وہ اس جواب کی تہ کو پہونچ گئے۔ اور پیشتر سے زیادہ وقعت کرنے لگے انہیں لوگوں میں ایک شخص امام مسلم بھی تھے۔ ان کو جب معلوم ہوا کہ امام ذہلی ہی اس جواب کی بدولت امام صاحب کے مخالف ہو گئے اور انہوں نے اپنی مجلس میں منادی کرا دی کہ جو شخص **لفظی بالقرآن مخلوق** کا قایل ہو وہ ہماری مجلس میں شریک نہ ہو تو سخت برآشفتہ ہوئے اور وہ تمام نوشتے اونٹ پر لدوا کر واپس کر دیئے جنمیں امام ذہلی کی تقریریں قلمبند کی تھیں۔

جب یہ اختلاف ایک نازک حد تک پہونچ گیا تو امام صاحب نے **نیشاپور** کو خیرباد کہا اور اپنے وطن مالوف **بخارا** کو روانہ ہوئے۔ اہل بخارا کو جب اطلاع ہوئی کہ ان کا ہموطن کمال اور شہرت کے خلعت سے آراستہ ہو کر پھر اپنے وطن کیطرف آ رہا ہے تو جوش مسرت میں استقبال کیلئے بڑے بڑے شہر سے دو کوس کے فاصلہ پر ... خیر مقدم کیا اور درہم و دینار نثار کرتے ہوئے شہر میں لائے اللہ اکبر! ایک وہ زمانہ تھا جب یہ باپ کا ایک یتیم بچہ حسرت و یاس کی گود میں بخارا سے نکلا تھا اور ایک یہ زمانہ ہے جب وہی یتیم بچہ امام حدیث ہو کر امرائے شہر کے جلو میں خراماں خراماں اسی بخارا میں داخل ہو رہا ہے!

جلا وطنی اور انتقال

بخارا میں امام صاحب نے ایک مدت تک آرام و راحت سے زندگی بسر کی لیکن آخر میں اپنی غیور اور خوددار طبیعت کی بدولت مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔

شاہ بخارا نے حکم دیا کہ بخارا سے فوراً نکل جائیں

امام صاحب کے بعض رشتہ دار سمرقند کے ایک چھوٹے سے قریہ خرتنگ میں رہتے تھے۔ امام صاحب بخارا سے نکل کر وہیں چلے آئے اور آخر عمر تک وہیں رہے۔ جلا وطنی کا انہیں سخت افسوس تھا۔ و نور غم میں بے اختیار زبان سے نکل جاتا۔ کہ الٰہی! باوجود وسعت کے زمین میرے لئے تنگ ہو گئی ہے۔ اسلئے اب مجھکو اٹھا لے۔

عجیب اتفاق ہے کہ یہ دعا ایسی مقبول ہوئی کہ تھوڑے ہی دنوں میں خدا نے دنیا سے اٹھا لیا۔ ۲۵۶ہجری میں شب کو نماز عشا کے بعد انتقال ہوا شوال کے مہینہ میں تیسری تاریخ کو پیدا ہوئے اور شوال ہی کی دسویں کو وفات پائی ۱۹۴ہجری سال پیدائش اور ۲۵۶ہجری سال وفات ہے اس حساب سے تیرہ دن کم باسٹھ برس کی عمر پائی

روز ... ... سمرقند میں ایک ہلچل مچ گئی ... اس ہجوم و ازدحام سے جنازہ اٹھایا گیا کہ سارا سمرقند شامل تھا اور بڑے بڑے علما اور ... نماز میں شریک تھے۔ نماز ظہر کے بعد جنازہ دفن کیا گیا اور آسمان حدیث کا یہ منور آفتاب سرزمین سمرقند میں ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا۔

ایک شاعر نے عجیب اختصار کے ساتھ امام صاحب کا سال ولادت سال وفات اور تعداد سن عمر کو ذیل کے دو شعروں میں یوں نظم کیا ہے۔

کان البخاری حافظاً و محدثاً
جمع الصحیح مکمل التحریر
میلادہ صدق و مدۃ عمرہ
فیھا حمید و انقضی فی نور

امام صاحب کا حلیہ یہ تھا۔ جسم دبلا پتلا۔ قد میانہ رنگ گندمی۔

عام اخلاق و عادات۔ ذریعہ معاش تلامذہ اور تصنیفات

امام صاحب کی مقدس زندگی میں بعض ایسی شایستہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ جن سے بڑے بڑے نامور لوگوں کا اخلاقی دامن خالی ہے۔ انکی طبیعت سخت درجہ غیور، خوددار اور بے تکلف تھی۔ ان کے واقعات زندگی کے آخری حصہ میں تم پڑھ آئے ہو کہ امیر بخارا نے جلاوطن کر دیا تھا۔ مگر کس لئے؟ صرف اسلئے۔ کہ انہوں نے علم کی عظمت کے آگے ایک دنیا دار کی عزت کا لحاظ نہیں کیا۔ امیر بخارا کی خواہش تھی کہ امام صاحب اس کے دربار میں حاضر ہو کر صحیح بخاری اور تاریخ کبیر سنائیں۔ امام صاحب نے اس خواہش کو رد کر دیا کہ میں علم کو ذلیل کرنا نہیں چاہتا کہ سلاطین کے آستانہ پر لیجا کر پیش کش کروں اگر امیر کو سچا شوق ہے تو میری مجلس میں آ کر شریک ہو! امیر بخارا کی درخواست تھی کہ وہ قصر شاہی میں آ کر شہزادوں کو تعلیم دیں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ امیر کے لڑکوں کو کوئی خصوصیت نہیں دی جا سکتا۔ میری مجلس عام ہے۔ جس کا جی چاہے آ کر شریک ہو۔ امیر بخارا کو یہ استغنا ناگوار گذرا حکم دیدیا کہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔ امام صاحب نے اپنے وطن سے نکلنا منظور کر لیا۔ مگر علم کی ذلت گوارا نہ کی۔ خودداری کا خیال اس حد پر تھا کہ خود ان کا قول ہے "میں نے اپنے استاد **علی بن مدینی** کے سوا اور کسی کے مقابلہ میں اپنے کو چھوٹا نہ سمجھا"!

امام صاحب نے عمر بھر کبھی اس امر کی کوشش نہ کی کہ عام علما کی طرح امیر یا بادشاہ کی دنیا سے فایدہ اٹھائیں کئی مرتبہ اس قسم کے موقع ملتے رہتے۔ مگر انہوں نے وظیفہ قبول نہیں کیا

اپنے ... ... اس پر آخری عمر تک ... ... تجارت کی اس خاص صورت کو کہ ایک شخص کا روپیہ صرف کرے اور دوسرا اپنی محنت ... تجارت کیجاوے۔ مضاربت کہتے ہیں۔ امام صاحب اسی طریقہ کی تجارت میں اپنے روپے لگا دیتے اور اسی کی قلیل آمدنی سے ضروریات زندگی پوری کرتے بہت کم لوگ ہونگے جنکی زندگی میں ایسا نہ ہوا ہو ... جسکو خدا کی آنکھوں نے دیکھا تھا یا جو اس کی ... معمولی سے معمولی شخص سے بھی کسی نامعلوم ... دریافت کریں ... ان کے ساتھیوں کی طول طویل فہرست میں بعض ان لوگوں کے نام نظر آتے ہیں جو ہم عمر یا ہم سبق تھے ... امام صاحب کا ایک ... وصف ... جب ہم انکی مجموعہ احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو بہت سی حدیثیں ایسی پاتے ہیں جنکے راوی ... اہل سنت کے خلاف تھے۔ امام صاحب نے ... ... کمال ہی کیا۔ اگرچہ خود انکے مذہب سے اختلاف رکھتے تھے

امام صاحب کو جسمانی ورزش کا بہت شوق تھا۔ سواری اور تیراندازی میں اس درجہ مہارت تھی کہ انکا نشانہ بہت کم غلط ہوتا تھا۔ امام صاحب کوئی دنیا دار آدمی نہیں تھے۔ انکی زندگی بالکل سیدھی سادی اور خالص علمی زندگی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی صفائی کا اسقدر خیال رہتا تھا کہ فرش پر ایک تنکے کا پڑا رہنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ اثنائے درس میں ایک شخص نے اپنی داڑھی سے ایک تنکا نکال کر فرش پر ڈالدیا۔ امام صاحب کی جب نظر پڑی تو چپکے سے اٹھے اور تنکے کو اٹھا کر باہر صحن میں ڈالدیا۔ امام صاحب کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا۔ اسلامی دنیا کے ہر حصہ سے طلبا کا جوق جوق آ کر شریک ہوتے۔ اور بڑے بڑے پایہ کے اشخاص حلقہ تلامیذ میں شامل ہوتے۔ انکی مجلس درس کبھی مسجد میں اور کبھی انکے خاص مکان پر منعقد ہوتی تھی ان شاگردوں میں حافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ابو عبدالرحمن نسائی۔ مسلم بن حجاج جیسے جید محدث نظر آتے ہیں۔ جو حدیث کے ارکان ستہ کے تین جلیل القدر رکن ہیں۔ ابن خزیمہ محمد بن نصر مروزی صالح بن محمد جو آگے چلکر خود بڑے پایہ کے مصنف ہوئے امام صاحب کے عام شاگردوں میں داخل ہیں۔

امام صاحب کو زمانہ تحصیل ہی میں تصنیف و تالیف کا شوق ہوا۔ اور آخر عمر تک قائم رہا۔ انکی ۱۸ برس کی عمر تھی جب ایک کتاب قضایا الصحابہ والتابعین لکھی اسکے بعد بڑے بڑے مشایخ کو تحیر کر دیا۔ تاریخ کبیر ... کی چاندنی راتوں میں لکھی۔ جب آسمان کی ... تبدیل ... دنیا کے ... صحیح بخاری کا مفصل ذکر مستقل عنوان سے آگے آئیگا۔ لیکن اسکے علاوہ دیگر تصنیفات کی مکمل فہرست یہ ہے۔ تاریخ کبیر۔ تاریخ اوسط۔ تاریخ صغیر۔ خلق افعال العباد۔

تمہیں اب کیا کرنا ہوگا؟

بکوشید اے جواناں تا بہ دیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

میں اپنے دل میں احمدی قوم کو خصوصیت سے مبارکباد دینے کیلئے ایک جوش پاتا ہوں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان انعام اسے عطا ہوا ہے وہ اس نعمت پر جسقدر سجدات شکر بجالائے کم ہیں۔ وہ نعمت یہ ہے کہ احمدی قوم کے وجود نے آج دنیائے اسلام پر ثابت کر دیا ہے کہ یہی ایک قوم ہے جو اشاعت اسلام کے لئے اپنے دلمیں جوش اور اسلام کی موجودہ حالت پر دلمیں درد رکھتی ہے۔

یہ خلاصہ اور لب لباب ہے ان کثیر تحریروں کا جو اردو اخبارات میں آج اشاعت اسلام کے مضمون کے ضمن میں نکل رہی ہیں۔ وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا امام اور پیشوا یقین کر چکے ہیں خوب جانتے ہیں کہ اس موعود کی دنیا میں آنے کی غرض و غایت کیا ہے؟ قرآن شریف نے پرزور الفاظ میں فرمایا ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله۔ مسیح موعود کی زندگی کا مقصد لیظهره على الدين كله کے جامع الفاظ میں بتا دیا گیا ہے کہ وہ ملت بیضا کو ادیان عالم پر غالب کر دکھائیگا۔ پس اگر دنیا اس کو شناخت نہ کرسکے تو خود اس کا کام اس کو منوائیگا اسوقت جبکہ بالاتفاق یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ خدمت اسلام میں ہمارے میگزین (ریویو آف ریلیجنز) نے اشاعۃ اللہ وہ کام کیا ہے کہ کوئی انجمن اور مجلس باوجود حمایت اسلام کے ادعا کے نہیں کرسکی تو پھر غور کن طبیعتیں بتائیں کہ کیا بالواسطہ تسلیم نہیں ہوا

کہ خدا کا مسیح موعود سچا ہے

فی الحقیقت حضرت مسیح موعود کی سچائی پر یہ ایک لطیف دلیل ہے جس نے مجھے اور میرے ان عزیز بھائیوں کو جو میگزین کے کام میں مصروف ہیں ذوق سے سرشار کر دیا ہے اور ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے جس امام کو امام یقین کیا ہے اس کے ہاتھ میں خدا کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔

میرے عزیز دوستو! اور بھائیو! تمہارے چند پیسے جو اس ابتدائی زمانہ میں اشاعت اسلام کے لئے تم نے دیئے وہ اب بارور ہوئے تمہارے اخلاص کا درخت نشوونما پاکر اطراف عالم کو اپنے سایہ میں لیتا ہے اور خدا تعالیٰ نے غیب سے میگزین کی اشاعت کے وسیع پیمانہ پر شائع کرنے کے سامان پیدا کئے ہیں۔ اب جسقدر یہ دائرہ وسیع ہوگا اسیقدر اس کا اثر وسیع ہوگا اور جسقدر روحیں اس چشمہ سے فیض پائینگی اور جسقدر نیکیاں اس ذریعہ سے ہونگی یقیناً یقیناً تم ہی ان کے حصہ دار ہوگے کیونکہ الدال على الخير كفاعله۔ بس تم ہی بتاؤ کہ یہ انعام کیسا عظیم الشان ہے۔

میں اس موقع پر ان کثیر راؤں کا خلاصہ شائع کرتا جو ان لوگوں نے جو غیر احمدی ہیں دی ہیں اور انہوں نے میگزین کی خدمات اشاعت اسلام کے متعلق تسلیم کی ہیں مگر محض اسوجہ سے کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ میرے اس بیان پر حسن ظن رکھتے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ میں ایک فیکٹ (امر واقعی) اور ٹروتھ (صداقت) پیش کرتا ہوں) ان کو چھوڑتا ہوں۔ ممکن ہے کہ کسی دوسرے وقت میں ہم ان سب راؤں کو ایک پمفلٹ کی صورت میں شایع کردیں۔

میں اس مضمون کو زیادہ لمبا کرنا نہیں چاہتا اور بہت جلد آپ کو اصل مقصد پر لیجانا چاہتا ہوں پس آپکو معلوم ہو کہ جب آپ کے میگزین کی خدمات کا شہرہ عام ہوگیا تو ان لوگوں نے جن کے دلمیں اسلام کا درد ہے اور وہ اب تک کسی وجہ سے اس سلسلہ میں شامل نہیں جوش اسلام سے بے قرار اور بے اختیار ہو کر چاہا کہ اس اشاعت کے دائرہ کو وسیع کریں۔ انہوں نے اپنی اپنی جگہ مسلمانوں کو متوجہ کیا۔ خصوصیت سے میرے محترم دوست مولوی محمد انشاء اللہ خاں صاحب ایڈیٹر وطن اور منشی رحیم الدین صاحب دہلوی اور مولوی غلام محی الدین صاحب قابل ذکر ہیں جنہوں نے اس تحریک کو پرزور الفاظ میں اٹھایا اور بلا خوف لومۃ لائم میگزین کی خدمات کی شکر گذاری ظاہر کی۔

مولوی محمد انشاء اللہ خاں صاحب اور ان دوسرے بزرگوں کی نیک نیتی اور اسلام کیلئے ایک سچا جوش رکھنے کا میں دل سے معترف ہوں اسلئے کہ اگر وہ اس درد سے بیقرار نہ ہوتے تو یہ ناممکن تھا کہ وہ ہمارے سلسلہ میں داخل نہ ہو کر اور اختلاف رکھتے ہوئے بھی اس جوش سے لکھتے۔ اسلئے کہ ہندوستان و پنجاب میں صدہا اخبار نویس اور قوم قوم پکارنے والے موجود ہیں مگر انمیں سے کسی کو اتنی بھی جرأت نہ ہوئی کہ وہ میگزین کا ریویو ہی اپنے اخبارات میں کردیں۔ بلکہ بعض نے جوش نفسانیت میں اندھے ہو کر اس رسالہ کی کامیابی کو غیر ممکن بتایا اور لوگوں کو اس سے بدظن کرنا چاہا۔

لیکن دوستو! خدا تعالیٰ بڑا قادر ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

غرض

مولوی محمد انشاء اللہ خاں صاحب نے محض اخلاص اور للہی جوش سے میگزین کی وسعت اشاعت کے وسایل پر غور کی اور تیاریاں میں انہوں نے خط و کتابت شروع کی جس کا نتیجہ خود انہوں نے اپنے اخبار میں شائع کیا ہے۔ میں اس ساری خط و کتابت کو انشاء اللہ سلسلہ وار درج کرونگا لیکن اس مقام پر میں تمہیں ایک خاص امر پر توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری قوم کے لئے یہ امر کس قدر نازش کا ہے کہ میگزین کا کام اس واجب الاحترام شخص کے ہاتھ میں ہے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے اس قدر غیرت اور جوش اپنے اندر رکھتا ہے کہ وہ کسی غیر کا پیسہ لینا بھی ایسی صورت میں حرام سمجھتا ہے جبکہ ایسے سلسلہ کے ذکر سے روکا جاوے۔ میرے واجب الاحترام مخدوم حضرت مولوی محمد علی صاحب کا نوٹ میگزین کے اس سال کے پہلے نمبر میں آپ پڑھ چکے ہیں اور یہ اشاعت اسلام اور خدمت اسلام کا جو جوش اسے حق نے دیا ہے وہ آپ اس خط میں پائیں گے جو مولوی محمد انشاء اللہ خاں صاحب کے نام انہوں نے لکھا ہے وہ اسوقت موت کو پسند کرتا ہے جب اسے اسلام کے لئے لکھنے کی توفیق نہ ہو۔ اے خدا تعالیٰ کی عظمت اور اسلام کی حمایت کے لئے سینہ سپر ہونے والے نبرد آزما! تجھ پر خدا کی رحمت ہو! تیری عمر میں وہ برکت ہو کہ تجھے عمر نوح ملے تیرے دل پر انوار و برکات الٰہیہ کا نزول ہوتا تو مقدس اسلام کی پوری خدمت کرسکے دعا کر کہ تیرا ایسا جوش صدق اور اخلاص ہمیں بھی ملے۔ آمین۔

مولوی محمد علی صاحب کو میری کسی تحریک یا تعریف یا کسی امر کی تحسین و آفرین کی کوئی ضرورت نہیں خدا تعالیٰ نے ہم سب میں سے اس کو اس مقصد کے لئے چنا لیکن ہم بھی اس درجہ اور مرتبہ کو بے شک پا سکتے ہیں اور اس کی صورت یہی ہے کہ اس کے انصار ہوں

اے احمدی قوم! یاد رکھو تیری اخلاص سے بھری ہوئی خدمات خدا نے قبول کی ہیں اور خدا کا پیام مغربی اور مشرقی قوموں میں پہونچایا جاتا ہے اور وہ وقت قریب ہے کہ مغربی قومیں نیازمندی کے ساتھ اسلام میں داخل ہوں اور وہ وقت بھی قریب ہے کہ تیرے چندوں اور پیسوں کی کوئی احتیاج نہ رہے لیکن ابھی وقت ہے کہ تجھے خیر و برکت کا ورثہ مل سکے پس

اٹھ اور قدم بڑھا

غیر احمدیوں نے جس جوش اور اخلاص سے میگزین کا خیر مقدم کیا ہے وہ اس خط و کتابت سے معلوم کرینگے پس تم جو اسکی بانی اور مجوز ہے اب پہلے سے زیادہ قدم بڑھاؤ اور دکھا دو کہ تو شکر گذاری کیلئے اپنے اندر کیسی روح رکھتی ہے ہم تم سے کچھ زیادہ نہیں چاہتے مولوی محمد انشاء اللہ خاں صاحب نے اپنے اخبار کے ناظرین سے دو سو رسالوں کے چندہ کی درخواست کی ہے تم اولین میں داخل ہو کیا تم

اور پانچسو رسالوں کا انتظام کروگی؟

اس کا جواب میں نہیں دوں گا۔ قوم کے پرجوش افراد کیطرف سے اس جواب کا انتظار کرتا ہوں۔ یہ وہ رسالے ہوں گے جو ممالک غیر میں اشاعت اسلام کے لئے جاویں گے۔ خدا تعالےٰ انہیں توفیق دے۔

وہ خط و کتابت جو وطن نے شائع کی ہے میں اگلی اشاعت میں انشاء اللہ شائع کرونگا۔

آخر میں پھر اتنا یاد دلاتا ہوں کہ وطن کے سرپرستوں میں بڑے اولوالعزم مسلمان داخل ہیں جنہوں نے ۲۵ ہزار کے قریب چندہ دے دیا ہے اور ابھی دو ہزار روپیہ وطن کی مفت اشاعت کا وہ انتظام کر رہے ہیں اور آپنے ابھی کوئی قومی چندہ ان کے سپرد نہیں کیا وہ چندے دینے میں تم سے پیچھے نہیں اسلئے ایسا نہ ہو کہ تم اپنے چندوں کی کثرت سے گھبرا کر پیچھے رہ جاؤ میں انشاء اللہ پانچسو چندوں کے ناموں کے بہت جلد شائع کرنے کے قابل ہو سکونگا کم ازکم وطن کے دو سو چندوں کے پورا ہونے سے پہلے ہوجانے چاہئیں تاکہ ہماری اولیت اور حمیت قومی میں فرق نہ آنے پاوے اور میں خود اس کام کو اپنے چار رسالوں کے چندہ سے شروع کرتا ہوں۔ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔ آمین

تبدیلی مطلوب ہے

کمشنری ملتان کے ایک نائب تحصیلدار درجہ سوم جو عنقریب درجہ دوم میں ترقی یاب ہونیوالے ہیں صوبہ سرحدی کے کسی نائب تحصیلدار درجہ سوم سے تبدیلی کے خواہشمند ہیں اگر کوئی صاحب اس تبدیلی پر رضامند ہوں تو ایڈیٹر الحکم کے ساتھ خط و کتابت کریں۔

خط و کتابت

میرے مکرم معظم والدین سے زیادہ مہربان جناب حضرت حکیم صاحب ادام اللہ فیوضکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ... آخر وہ وحدت وجودی نکلا جس کے ثبوت کیلئے اس نے ایک رسالہ ... دیا اوس کے ثبوت میں چند آیات قرآن شریف اور احادیث رسول مقبول ... بطور نمونہ درج کرتا ہوں

۱ وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ۲ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ ۳ وھو معکم اینما کنتم۔ ۴ ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون۔ ۵ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ ۶ ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شئ علیم۔ ۷ وفی انفسکم افلا تبصرون۔ ۸ وکان اللہ بکل شئ محیطا۔ لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ الی اخرہ۔

التماس ہے کہ جناب ان آیات و احادیث کا صحیح ترجمہ مع تفسیر واضح تحریر فرما دیں جناب کا مشکور ہونگا

کمترین محمد الدین احمدی از ہوشیارپور۔

جواب۔ نقل خط میں جو بطور خلاصہ کے گو آیات و احادیث آپکے محولہ پر نمبر لگا دیئے ہیں۔ بنا برہولت

۱ وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ترجمہ۔ خاص اللہ تعالیٰ کا ہی ملک ہے مشرق بھی اور مغرب بھی۔ پس تمکو چاہیے کہ جہاں تم مونہہ پھیرو تمہارا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کا ہے مونہہ ہو یعنے ہر ایک کام میں قبلہ مقصود تمہارا رضاء الٰہی ہو

(الف) اب آپ وجودیوں سے دریافت فرماویں کہ اس آیت شریف سے کہاں وحدت وجود کا ثبوت پایا جاتا ہے۔

(ب) اگر وجودیوں کے مذاق پر ہی معنے لئے جاویں یعنے جہاں مونہہ کرو وہیں خدا کا مونہہ ہے تو پھر بھی وحدت وجود ثابت نہیں ہوتا۔

اول اسلئے کہ مجاہد کا قول ہے کہ معنے اس آیت کریمہ کے یہ ہیں کہ جہاں تم ہو قبلہ تمہارا وجہ اللہ یعنے کعبہ ہی ہو یعنے جسکی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے) یعنے یہ مذہب چونکہ عام لوگوں کیلئے ایک وسیع قانون قبلہ کے متعلق بیان فرمایا کہ مشرق والے مغرب کو اور مغرب والے مشرق کو وعلیٰ ہذا القیاس جنوب و شمال والے بھی کعبہ کو ہی مونہہ کیا کریں۔ ابن کثیر جلد اول صفحہ ۲۴۲۔ دوم۔ ابن جریر کہتا ہے کہ نماز سفر نوافل کیلئے یہ اذن عام ہے مسافر سوار کیلئے۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تو یہی آیت پڑھا کرتے تھے ابن کثیر ص ۲۴۲ جلد اول

تیسرا۔ ابن جریر کہتا ہے کہ یہ آیت اس کے حق میں ہے جسکا قبلہ گم ہو جاوے۔ ص ۲۴۲ ابن کثیر

چوتھا۔ ابن جریر کہتا ہے کہ یہ دعا کیلئے ہے کہ عند الدعا جسطرف مونہہ ہو جاوے۔ ابن کثیر ص ۲۴۲ جلد اول

(ج) کیا سارا خدا مونہہ ہی مونہہ ہے اور کچھ نہیں۔ اور لوگوں کے بول و براز والی جگہ بھی خدا کا ہی مونہہ ہے کہ اس سے وحدت وجود ثابت ہو۔ نعوذ باللہ۔

(د) وجہ کے معنے ہیں توجہ۔ یہ آیت پیشگوئی ہے فتوحات صحابہ کے لئے کہ جہاں تمہاری توجہ ہوگی اللہ تعالیٰ کی بھی وہیں توجہ ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(ہ) وجودیوں کے مذاق پر بھی اس آیت شریف میں بجائے وحدت کے کثرت موجود ہے اللہ ایک مشرق دو مغرب تین وجہ چار تمہارے مونہہ پانچ جو خود ہی جمع ہیں وہ طرف تمہارے مونہہ والا یہ چھ چیزیں ہیں

۲ نحن اقرب الیہ من حبل الورید

ترجمہ۔ میں نزدیک تر ہوں اسکی طرف اس رستہ سے جس کا نام ورید ہے۔

بدن میں خون کیلئے دو رستے ہیں ایک کا نام شریان ہے یہ وہ ہے جو حرکت کرتا ہے۔ ایک کا نام ورید ہے یہ وہ ہے جو حرکت نہیں کرتا۔ قلب میں ورید کا خون داخل ہو کر صاف ہو کر بذریعہ شریان کے تمام بدن میں پہونچتا ہے۔ کیا معنے۔ میں ایسے موقع پر بھی اپنی قدرت کاملہ سے کام کرتا ہوں جسجگہ تمہاری کسیطرح کوئی رسائی نہیں۔ اب یہاں کوئی ثبوت وحدت وجود کا نہیں

(الف) اگر سارے لوگ خدا ہیں تو ہر ایک ذی روح کا ہر ایک ذی روح کے قلب میں موجود ہونا ضروری ہے بموجب اس آیت کے۔

(ب) اگر وجودیوں کے مذاق پر حبل الورید کے معنی شاہ رگ ہی کریں تو کیا تمام لوگ ہر ایک کی شاہ رگ سے نزدیک تر ہوتے ہیں۔

(ج) نحن کا لفظ خصوصاً چاہتا ہے کہ تمام لوگ ہر ایک کے قلب میں یا شاہ رگ سے نزدیک تر ہوں۔

(د) باوجود اس کے یہاں بھی کثرت موجود ہے نحن کا لفظ جو جمع متکلم کا ضمیر ہے بجائے خود مستقل طور پر ایک جمع ہے۔ دوسرا وہ جسکے وہ سارے نزدیک ہیں۔ تیسرا خود حبل الورید ہی علیحدہ چیز ہے تین کو ایک کہنا کسی مسلمان موحد کا کام نہیں۔ ہاں عیسائی تین کو ایک کہتے ہیں جنکو ابتک خود بھی اسکی سمجھ نہیں آئی

۳ وھو معکم اینما کنتم۔ ترجمہ۔ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو۔ یہ آیت سورہ حدید رکوع اول میں ہے۔ یہاں ان لوگوں نے لا تقربوا الصلوٰۃ والی کانٹ چھانٹ کی ہے اللہ تعالیٰ کے وسعت علم کا اس موقع پر ذکر ہے اس کے اول و آخر کو دیکھنے سے صاف پتہ لگتا ہے چنانچہ پوری آیت یہ ہے یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منھا وما ینزل من السماء وما یعرج فیھا وھو معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون بصیر۔ جو کچھ زمین میں داخل ہوا اس سے نکلے اور جو کچھ آسمان سے نازل ہوا اور جو اوپر چڑھے وہ سب کو جانتا ہے جبکہ وہ ایسا وسیع علم والا ہے تو پھر تو وہ تمہارے ساتھ ہی ہوا جہاں تم ہو۔ پھر اسی آیت کے معنے زیادہ واضح کرنے کیلئے فرمایا کہ واللہ بما تعملون بصیر۔ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو وہ دیکھ رہا ہے۔ دوسرا اگر حسب مذاق وجودیوں کے اسکے معنے کئے جاویں پھر بھی کثرت بلکہ کثرت در کثرت ہی وحدۃ کہاں ایک وہ دوسرا تم جو بجائے خود ایک مستقل کثرت ہے ایک وہ مکان تمہاری موجودگی کا اگر زیادہ نہیں تو تثلیث یا تالوث تو ضرور ہی ہے۔

۴ ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون

یہاں بھی وجودیوں کے وہی لا تقربوا الصلوٰۃ والی کانٹ چھانٹ ہے پوری آیت اسطرح ہے فلولا اذا بلغت الحلقوم وانتم حینئذ تنظرون ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون۔ پھر جب جان گلے پر پہونچ جاتی ہے وہ قریب المرگ ہوتا ہے تو تم اسکی جان کو کیوں نہیں واپس کر لیتے حالانکہ تم اس کا حال اسوقت سامنے دیکھ رہے ہو اگرچہ اسوقت تم بہت ہی قریب ہوتے ہو مگر ہم تم سے بھی زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ یعنے ملایک قابض روح۔

قرآن مجید میں یہ قاعدہ ہے کہ جو افعال اللہ تعالیٰ بتوسط دوسری مخلوق کے ظاہر فرماتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو صیغہ جمع سے بیان فرماتا ہے جیسے انزلنا من السماء ماءً۔ ترجمہ۔ ہم ہی بادلوں سے پانی اتارتے ہیں یا جیسے۔ انا نحن نحی الموتی۔ ترجمہ ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں یعنے کفار کو بتوسل انبیاء و رسل و مامورین و مومنین وغیرہ ہدایت کرتے ہیں۔ یا جیسے نحن اقرب الیہ من حبل الورید یعنے معرفت ملایک جو دوران خون اور تصفیہ خون پر موکل ہیں یا جیسے یہی آیت یعنی ہمارے ملایک قابض روح تم سے بہت نزدیک ہوتے ہیں۔

دوسرا باوجود کانٹ چھانٹ کے پھر بھی کسقدر کثرت موجود ہے اور وحدت کا نام و نشان بھی نہیں ایک ہم ایک تم یہ دونوں بجائے خود مستقل جمع ہیں ایک وہ قریب المرگ اگر زیادہ نہ مانو تو تین تو بہرحال ماننے پڑیں گے جو تثلیث ہے یا تالوث۔

۵ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ ترجمہ۔ تو نے (یا محمد) انہیں پھینکا جبکہ پھینکا بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔ اسمیں وحدت وجود کہاں ہے ایسے الفاظ تو اس ملک میں بھی احد خانگی کے موقع پر عموماً بولے جاتے ہیں چونکہ انبیاء و رسل و اولیاء کے سارے کام محض اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہو جاتے ہیں اسواسطے ان کا اپنا کچھ بھی درمیان نہیں رہتا چنانچہ اس حدیث تقرب والے سے اللہ تعالیٰ آدمی کا ہاتھ پاؤں آنکھ کان بن جاتا اور سپر شاہد ہے جسکی تفصیل عنقریب آتی ہے۔ دوسرا یہاں بھی وہی کثرت موجود ہے۔ پھینکنے والا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) دوسرا اللہ تعالیٰ تیسرا جس چیز کو پھینکا افسوس یہ لوگ اس غلط مذاق کے سبب کس قوم کی مشابہت حاصل کر رہے ہیں جسکو دجال کہا گیا ہے۔

۶ ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شئ علیم۔ اس کے صرف وہی معنے لکھدینے کافی ہیں جو حضرت سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے۔ اگر اس کو بھی وجودی نہ مانیں تو فبای حدیث بعدہ یومنون تو پھر کسکی حدیث پر ایمان لائیں گے ھو الاول فلیس قبلہ شئ ھو الاخر فلیس بعدہ شئ ھو الظاھر فلیس فوقہ شئ ھو الباطن فلیس دونہ شئ۔ کیا کوئی وجودی اپنی نسبت کہہ سکتا ہے کہ اس کے اول کچھ نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا۔ کیا کوئی وجودی کہہ سکتا ہے کہ اس کے بعد کچھ نہ ہوگا مگر قرآن مجید تو فرماتا ہے کل نفس ذائقۃ الموت کل شئ ھالک ہاں شاید وجودیوں کا خدا عیسائیوں کے خدا کیطرح مرتا بھی ہو بلکہ عیسائیوں کا خدا تو ایک دفعہ مرا مگر یہاں تو ہر ایک ان میں وجودیوں کے خدا کروڑ در کروڑ بلکہ اس سے اضعاف مضاعف مرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک کیڑے مکوڑے وغیرہ سب کے سب خدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سمجھ عطا فرماوے۔

دوسرا وہ ساری آیت کے مجموعہ سے وحدت وجود ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر اصل میں معاملہ ایسا برعکس ہے کہ ہر ایک فقرہ میں کثرت موجود ہے۔ مثلاً ھو الاول اب ایک تو وہ ہوا جو اول ہے اور دوسری وہ اشیاء جن سے وہ اول ہے والظاھر وہ غالب ہے یہاں بھی ایک غالب ہونیوالا اور ایک جن پر غالب ہوا۔ علیٰ ہذا القیاس باقی بھی۔

وھو بکل شئ علیم۔ ترجمہ۔ وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ دیکھو یہاں بھی وہی کثرت ہے بلکہ یہاں تو کثرت کیلئے صرف لفظ کل ہی کافی ہے۔ باوجود اسقدر کثرت غیر محدود و غیر محصور کے پھر وحدت وجود میں خلل نہیں وحدت وجود کیا ہوئی بی بی تمیزہ خالدار کا وضو ہوا۔

۷ وفی انفسکم افلا تبصرون۔ اسمیں بھی وجودیوں نے وہی کمال دکھایا جو کسی نے ولا تقربوا الصلوٰۃ میں دکھایا۔

ساری آیت یہ ہے وفی الارض آیات للموقنین۔ وفی انفسکم افلا تبصرون

تمام زمین میں یقین کرنیوالوں کیلئے نشان موجود ہیں بلکہ دور جانے کی ضرورت نہیں خود تمہارے نفسوں میں بھی نشان موجود ہیں کیا تم غور نہیں کرتے۔ باوجود اس کے کسقدر کثرت موجود ہے ضمیر کم تبصرون کا صیغہ جمع بھی پھر نشانات بھی جمع ہیں پھر زمین۔ کیا وجودی صاحب

نوٹ۔ یہ خط مولوی [illegible] صاحب کے پاس آیا [illegible]

نزدیک سب بھی وحدت ہی ہے

خ۔ وکان اللہ بکل شئ محیطا۔ اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر احاطہ ہے۔ کیا اس سے وحدت وجود ثابت ہوگیا۔ کیا گھیر ہونا جب کسی چیز کو گھیر لیتا ہے وہ عین کا ہوجاتا ہے کیا وجودی لباس نہیں پہنا کرتے۔ پاخانہ میں نہیں جاتے کیا ان کا احاطہ بول و براز پر نہیں کیا اس سے ثابت ہوگیا کہ وجودی اسوقت عین لباس عین پاخانہ ہوجاتے ہیں۔ کیا عین بول یا عین براز ہوجاتے ہیں ایک شخص سفید زمین کو دیوار سے گھیر لیتا ہے ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ یا اس کے قلعہ کو یا فوج کو تو پھر کیا وہ گھیرنے والا اور گھیرا ہوا شئے واحد ہوجاتے ہیں یہ مسئلہ بھی عیسائیوں کے کفارہ کیطرح شاید بپتسمہ لینے اور عیسائیوں کے روح القدس داخل ہونے کے بعد سمجھ میں آسکے تو آئے۔ باوجود اس کے بہر حال کثرت موجود ہے۔ یہاں بھی کل کا لفظ اور اللہ دو شئے تین ہیں۔ اس تثلیث یا تثلیث کو وجودی لوگ ہی کچھ سمجھتے ہوں گے تین کو ایک کہنا تو عیسائیوں کا کام ہے نہ مسلمان کا

ع۹۔ لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ الی آخرہ

ہمیشہ مومن بسبب اعمال کے جو فرضوں کے علاوہ ہیں میرے نزدیک ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا پیارا ہوجاتا ہے اور اس کا اور میرا معاملہ واحد خانگی والا ہوجاتا ہے اور اس کا اپنا درمیان میں کچھ نہیں رہتا اس کے تمام افعال اقوال محض میرے ہی لئے ہوجاتے ہیں یہانتک کہ میں اس کے کان ہوجاتا ہوں یعنے جو سنتا ہے خاص میرے ہی لئے سنتا ہے اور میں ہی اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں وعلی ہذا القیاس تمام اعضا و افعال۔

دوسرا یہاں اللہ تعالیٰ کی دوسری بعض صفات مثلاً وجہ اور ساق وغیرہ کا ذکر نہیں ہے کیا جب آدمی اسطرح خدا بن جاتا ہے تو اسوقت اس کے مونہہ اور ساق وغیرہ اوصاف اس سے علیحدہ رہجاتے ہیں۔ تیسرا جب قسم دوم میں انسان کو خدا بنایا تو وہاں ہاتھ پاؤں کان آنکھ ساق وغیرہ صفات الٰہی کو بھول گئے اور یہاں وجہ اور ساق وغیرہ کو۔

یہ عجیب فلسفہ ہے۔ یہ تو وہی مثل ہوئی جیسے مثنوی میں ہے کہ شیر بے گوش و سر و شکم کردید۔ ایچنیں شیرے خدا خود نافرید۔ یعنے کبھی تو وجودی لوگ ایسے خدا تجویز کرلیتے ہیں کہ جو سوائے وجہ کے دیگر صفات ساق ید رجل بصر سمع وغیرہ سے عاری ہو اور کبھی وجہ اور ساق سے عاری۔ معاذ اللہ۔

دوسرا تقرب بالنوافل سے تو صاف صاف غیریت ثابت ہوئی ہے یعنے پہلے وہ دور ہوتا ہے پھر بسبب اعمال کے اسکو تقرب حاصل ہوتا ہے۔ تیسرا وجودیوں کے مذاق پر بھی اس حدیث سے وحدت وجود ثابت نہیں ہوتا بلکہ کروڑ در کروڑ انسان جو تقرب حاصل نہیں کرتے خدا نہیں بن سکتے۔ چوتھا اگر بعد تقرب کے انسان اسطرح خود خدا بن جاتا ہے اور وحدت وجود میں داخل ہوجاتا ہے تو قبل از تقرب اس کو کیا کہا جاویگا۔ انسان یا خدا۔ اگر انسان تہا تو یہ حدیث وحدت وجود کا ثبوت نہ ہوئی بلکہ یہ تو وہی بات ہوئی جیسے بعض عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع قبل از نزول روح القدس خدا نہ تہا۔ مگر بعد نزول روح القدس ازلی ابدی خدا خالق السموات والارض ہوگیا اگر خدا تہا تو بھی یہ حدیث نعوذ باللہ فضول ٹھہری اور اسکی شرط تقرب بالاعمال بھی فضول ماننی پڑیگی اگر وحدت وجود کا مسئلہ صحیح فرض کرلیا جاوے تو وجودی لوگ اپنے اس مسئلہ میں عملی حصہ میں کیا نمونہ دکہائیں گے کیونکہ ساری شریعت عمل در آمد کیلئے ہی ہے۔ مثلاً شریعت اسلام میں ایک نکاح کا مسئلہ ہے دو اجنبی لڑکا لڑکی میں جب نکاح ہوجاتا ہے تو بعد نکاح ان کے باہمی میل ملاپ پر کوئی اعتراض نہیں رہتا نہ شرعاً نہ قانوناً نہ اخلاقاً بلکہ اس میل ملاپ کیلئے خویش و اقارب دوست خوش ہوتے ہیں۔ اب جبکہ وجودیوں کے نزدیک ہر چیز ہی خدا ہے تو اگر انکی بی بی کے ساتھ اس کا کوئی دوست مونہہ کالا کرے تو یہ کسقدر مبارک دینے اور خوشیاں مناتے ہیں کیونکہ صرف دو خداؤں کا باہم ملاپ ہوا ہے یا کم سے کم اگر کوئی شخص ان کو گالی دے تو کیا وجودی لوگ اس کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر آمنا و صدقنا کہہ اٹھتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید کے احکام کے لئے ضروری ہے۔ ایکدفعہ مولانا مولوی نور الدین صاحب ایک جگہ ایک وجودی کے ساتھ ملکر کہانا کہا رہے تھے مولوی صاحب نے ایک کتے کیطرف جو وہاں موجود تہا ہڈی پھینکدی۔ وجودی بولا یہ بھی آپ ہی ہیں۔ وہ وجودی حضرت موضع سیال والوں کا مرید تہا۔ مولوی صاحب نے کہا پھر تو آپ کو موضع سیال میں جانیکی حاجت ہی نہ رہی۔ وجودی بولا واہ مولوی صاحب تم نے کیا غضب کیا ہمارے مرشد کو گالی دیدی مولوی صاحب نے کہا تم نے اس سے بڑھکر کیا کہ ہمارے خدا کو گالی دیدی فبہت الذی کفر۔

غرض ان لوگوں کی وحدت وجود اور ان کے اسپر ایمان لانے اور رکھنے کا یہی حال ہے۔ والسلام

حکیم فضل الدین از قادیان

دوسرا خط

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ایک صاحب جو اہل شیعہ ہیں مفصلہ ذیل سوالات کا جواب مانگتے ہیں۔ براہ مہربانی الحکم میں اشاعت فرماویں

(۱) اگر مرزا صاحب امام مہدی ہیں تو پچھلے اماموں کی فہرست جو گذر چکے ہیں اسوار سے مطلع فرماویں اور وہ امام کس قوم سے ہوئے ہیں۔

(۲) باغ فدک کے تنازعہ کی اصل حقیقت کیا ہے۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تلوار کس غرض کے لئے اٹھائی آیا اشاعت اسلام کیلئے یا اپنے بچاؤ کیلئے

عاجز اللہ بخش تخلص بہ روی از ظفروال ضلع سیالکوٹ

الجواب (۱) حضرت مرزا صاحب امام مہدی ہیں ان کے ثبوت امامت کیلئے دوسرے ائمہ کے نام اور قوم دریافت کرنا فضول ہے۔ کیونکہ اگر کوئی جھوٹا مدعی امامت پہلے ائمہ کے نام اور قومیت بیان کردے تو کیا وہ سچا امام مہدی مانا جاویگا؟ ہرگز نہیں۔ دوسرا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ **منہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک۔** اسی واسطے باوجودیکہ یقیناً حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے۔ حالانکہ بموجب اس آیت کے نہ کوئی فہرست اسم وار پہلے نبیوں کی اپنے وحی نہ دے سکتے تھے۔ تیسرا قرآن کریم میں ہے کہ رسول اللہ کی شناخت علامات سے کرنی چاہیئے **وما کان لرسول ان یاتی باٰیۃ الا باذن اللہ**

سو میں علامات خلافت و امامت الحکم ع۲ جلد ۱۰ مطبوعہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۶ء میں مفصل درج ہیں ملاحظہ فرماویں چوتھا۔ آیت استخلاف میں خلافت کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں کیگئی۔ **وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم** جو مومن ہوں اور سنوار کے کام ہی کریں ان کو وعدہ خلافت دیا گیا ہے + گزشتہ بارہ مہدی نہیں بہرحال بارہ امام مجدد ضرور گذر چکے اب آخری خلیفہ جو اثنا عشر کا زائد ہے اسکا قریش یا اہلبیت ہونا ضرور نہیں۔

اثنا عشر ائمہ والی حدیث سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ سوائے اثنا عشر ائمہ کے کوئی اور امام کسی اور قوم سے نہ ہوگا

بموجب آیت۔ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاہداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں اور بموجب آیت استخلاف کے سلسلہ خلافت مثل سلسلہ خلافت موسوی ہے لہذا جیسے آخری خلیفہ سلسلہ خلافت موسوی بنی اسرائیل سے تہا اسیطرح آخری خلیفہ محمدی کا قریشی یا سادات سے ہونا ضروری نہیں بموجب حدیث یسلب الملک من قریش کے بھی آخری خلیفہ قریش سے نہیں ہونا چاہیئے۔

بموجب حدیث سلمان منا اہلبیت کے یہ خلیفہ آخری یعنے مولانا و مرشدنا مرزا صاحب بھی اہل بیت سے ہی ہے۔ ولکل قوم ہاد اور حدیث علی کل ماۃ سنۃ یجدد لہا امر دینہا میں کوئی قوم معین نہیں کیگئی۔ فتلک عشرۃ کاملۃ

(۲) باتفاق اہلبیت و اہل تشیع باغ فدک کے متعلق سورہ حشر میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ موجود ہے **ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القری فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل۔** الی قولہ تعالیٰ **للفقراء المہاجرین** الی آخرہ **والذین تبوؤ الدار** یعنی انصار **والذین جاؤ من بعدہم** مگر شرط یہ ہے کہ شیعہ نہ ہو کیونکہ **لاتجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا** کی شرط اللہ تعالیٰ نے ساتھ لگا دی ہے۔ پس ہم ہرگز ہرگز یقین نہیں کرسکتے کہ حضرت بتول رضی اللہ عنہا نے خلاف قرآن دعوی کیا ہو۔ ہاں ممکن ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا امتحان کیا ہو کہ کیا یہ خلاف قرآن کریم فیصلہ کرتے ہیں یا نہیں مگر حضرت صدیق امتحان میں پاس ہوگئے۔

(۳) حضرت علی کی تلوار کچھ تو حسب الحکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قتل خوارج کے لئے تہی جو ایک قسم کی بغاوت میں مبتلا تہے۔ اور نہروان میں قتل ہوئے۔ آخر حضرت علی ابن ملجم باغی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ دوسرے اپنے بچاؤ کیلئے اور انتظام کیلئے تہی۔

حکیم فضل الدین۔

مراسلات

چونکہ بہت سی مراسلتیں دفتر میں کئے ہی دنوں کی پڑی ہیں اور ان کا جلد تر شائع ہوجانا از بس ضروری ہے اس لئے کچھ مراسلے اس اشاعت میں اور کچھ اگلی اشاعت میں نکال دیئے جائینگے مضمون نویس صاحبان اس دیر کیلئے مجھے معذور سمجھیں۔ ایڈیٹر

اطلاع

منشی محمد سعید صاحب بی۔ اے معرفت منشی غلام سرور صاحب بی۔ اے کلاس مشن لاہور کے سوالات کا مسلسل اور مفصل جواب الحکم کی اگلی اشاعت میں شروع ہوگا انشاء اللہ العزیز مطمئن رہیں۔ ایڈیٹر

پیسہ اخبار کی غلط بیانی

بیچارے پیسہ اخبار سلسلہ عالیہ احمدیہ کی معاندانہ مخالفت میں کچھ ایسا از خود رفتہ ہوگیا ہے۔ کہ اس سلسلہ کے متعلق قلم اٹھاتے وقت وہ اپنے ایمان تک کی بھی پرواہ نہ کرکے ہمیشہ جھوٹ کی نجاست پر مونہہ مارتا ہے اور اس وصف حمیدہ نے اس کا اعتبار یہانتک گرایا ہے کہ خواص تو درکنار عوام بھی اسکی ایسی تمام تحریروں کو جو مرزا صاحب کے مخالفت میں ہوں اسکے غلو عناد کا نتیجہ قرار دیکر

دلیل مخل ہے ہرگز ہرگز تقویت نہیں دیتی۔ اگرچہ بعض نوعا اسکے نامی بسبب ناواقفی کے یہ رائے رکھتے ہیں کہ درحقیقت ایڈیٹر پیسہ اخبار کو سلسلہ احمدیہ کے ساتھ کچھ دلی عداوت نہیں۔ مگر چونکہ اس کے اخبار کے خریدار زیادہ حصہ میرزا صاحب کے مخالفین کا ہے۔ اسلئے وہ ان کی خوشنودی کو مقدم رکھنے میں معذور اور مجبور ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ بالفرض اگر یہی وجہ مخالفت کی ہے۔ تو کیا یہ امر قابل تحسین ہے؟ کیونکہ جس شخص کا گذر کوچۂ دین سے ہو۔ وہ کبھی ایسی منافقانہ روش اختیار کر کے دراہم معدودہ کی خاطر اپنے خدا کو ہرگز ناراض نہیں کر سکتا۔

اسکی بے مثل انصاف پسندی کا ایک ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ وہ ہر قوم اور فرقہ کی ہر قسم کی اچھی بری مذہبی تحریروں کو اپنے اخبار میں خوشی سے درج کر لیتا ہے لیکن سلسلہ احمدیہ کی تائید میں خواہ کیسا ہی مدلل اور معقول مضمون اُسے بھیجا جاوے وہ بہت ہی کم شائع کرتا ہے کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ کسی مضمون کی معقولیت اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ کاش وہ اس امر میں عیسائی اخباروں سے ہی سبق لیتا۔ جو باوجود سخت مذہبی مخالفت کے بھی فریق مخالف کی مراسلت کو بخوشی درج کر لیتے ہیں۔

اس کے بغض و عناد کا تازہ ثبوت اس نوٹ سے ظاہر ہوتا ہے جو اُسنے ۱۸ دسمبر ۱۹۰۷ء کے روزانہ پرچہ میں لکھا ہے۔ اور جسمیں ایک نہ دو بلکہ تین جھوٹ بولے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) مولوی برہان الدین جہلمی طاعون سے فوت ہوگئے۔

(۲) مرزا صاحب کی وہ پیشگوئی غلط نکلی کہ انکی جماعت کا کوئی فرد طاعون سے نہیں مریگا۔

(۳) مرزا صاحب کے کئی جیبد مرید اس مرض سے مر چکے ہیں۔

ان سب باتوں کا جواب سوائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے کیا دیا جاوے لیکن جو شخص خوف خدا کو بالائے طاق رکھدے وہ جو کچھ چاہے سکہے۔ سب کو معلوم ہے کہ مولوی صاحب مرحوم ایک عمر رسیدہ بزرگ تھے جنہوں نے مرض تپ سے انتقال فرمایا۔ باقی رہی مرزا صاحب کی پیشگوئی سو اسکی نسبت بارہا پہلے جواب دیا جا چکا ہے لیکن اب پیسہ اخبار اور اس کے ہم جنس خوش فہموں کیلئے ہم مکرر بیان کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے کبھی یہ پیشگوئی نہیں کی کہ انکی جماعت کا ہر ایک فرد طاعون سے محفوظ رہیگا بلکہ آپکی سب تحریروں کا لب لباب یہ ہے کہ بہ نسبت دشمنوں کے آپکی جماعت بالضرور بہ نسبت محفوظ رہیگی۔ امر سوم کی حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کا کوئی جیبد مرید اس مرض سے آج تک فوت نہیں ہوا۔ یہ محض ایڈیٹر صاحب کا خانہ ساز حسن ظن ہے۔ پیسہ اخبار ایک یہی بات نہیں بلکہ کچھ نادرہ اٹھا کر جرات مندیہ نکال کر لوگوں کو مذاق کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اس فن میں وہ خود ہی اپنی نظیر ہے۔ اُسے خوب معلوم ہے کہ پہلے دنوں میں حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کے دو شخصوں کی نسبت الہام مشتہر فرمایا تھا جو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور مولانا برہان الدین صاحب کی وفات کے متعلق پورا ہو گیا۔ افسوس ہے پیسہ اخبار پر کہ وہ ہر بات کو شبہ سے دیکھنا اور اپنے ہم خیالوں کا دل خوش کرنا چاہتا ہے۔ لیکن پیسہ اخبار ہوش کے کانوں سے سُن رکھے کہ وہ یا اس کے امثال اس مبارک سلسلہ کی مخالفت میں ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہونگے۔ اور آخر ایک دن تھک کر رہ جائیں گے

لیکن میں پوچھتا ہوں کہ پیسہ اخبار کو دوسری پیشگوئی کے پورا ہونے یا نہ ہونے سے کیا غرض ہے۔ وہ اپنی گھر کی اس پیشگوئی پر نظر کرے۔ جو بموجب وعدہ "انی مہین من اراد اہانتک" پوری ہو کر اس کے صدمہ کا باعث ہوئی اور جو کہ ایک عاقبت اندیش کیلئے کوئی کم تازیانہ نہیں۔ ہاں اگر پیسہ اخبار اُسے اتفاقی یا ناکافی خیال کرتا ہے۔ تو یہ اسکی اپنی سمجھ کا قصور ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ کبھی نہیں نکل سکتا کہ خدا کے پاس تنبیہ کے سب سامان ختم ہو چکے ہیں گو اتنا تو اس کے بعض دوستوں کی زبان سے بھی اکثر سنا گیا ہے کہ پیسہ اخبار کی وہ ذلت کسی بیجا تکبر یا انجمن حمایت اسلام کی تشنیع۔ یا (مرزا صاحب کی مخالفت کا ذکر۔ ولیس کرتے ہونگے) کا نتیجہ تھی۔

بہرحال پیسہ اخبار کیلئے یہ وقت توبہ کا ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنے سب ایڈیٹروں، دوستوں۔ نامہ نگاروں یا گاہکوں کی خاطر ہر ناجائز بات کو مقدم نہ رکھے۔ بلکہ خدا کے خوف کو دل میں رکھ کر قلم اٹھایا کرے۔ ہاں اگر وہ مرزا صاحب کے مخالفانہ مراسلات کے درج کرنے پر مجبور ہے۔ تو اسے مناسب ہے کہ کم سے کم تائیدی مضامین کو بھی اسی کشادہ دلی کے ساتھ شائع کیا کرے۔ تاکہ اسے ایک حد تک معذور سمجھا جاوے ورنہ اگر وہ اس سے باز نہ آئیگا۔ تو ہمارا کیا ہرج ہے۔ ہمارے لیئے تو اسکی مخالفانہ تحریریں ہی ایک تبلیغ کا کام دیتی ہیں جو لوگوں کو اس پاک سلسلہ کی طرف کشاں کشاں لا رہی ہیں۔

سید دلاور شاہ بخاری احمدی

یاجوج ماجوج

جناب ایڈیٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خاکسار شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری کا مطالعہ کر رہا تھا جو یاجوج ماجوج کا ذکر آگیا چونکہ ہمارے علما انکی نسبت کچھ اور ہی اعتقاد رکھتے ہیں اسلئے میں نے اسپر غور کی کہ حدیث میں اس عام خیال کا کیا ثبوت ہے اور شرح حدیث کہاں تک اسکی مؤید ہے پہلے میں حدیث کو مع شرح لکھتا ہوں اور پھر اپنے غور کا نتیجہ ظاہر کرونگا تاکہ ہر ایک غور کرنیوالی طبیعت اس سے فائدہ اٹھاوے اور ہمارے مخالفین جو ہمکو کافر سمجھنے میں سوچیں کہ وہ اس کفر میں اپنے متقدمین اور اکابرین کو بھی شامل کر رہے ہیں اسواسطے حدیث ذیل کو لکھا جاتا ہے کہ شاید کوئی روح اس غلطی سے بچکر ہمارے لئے ثواب کا موجب ہو وہ حدیث یہ ہے۔ عن زینب بنت جحش ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیہا فزعا یقول لا الہ الا اللہ ویل للعرب من شر قد اقترب فتح الیوم من ردم یاجوج وماجوج مثل ہذہ وحلق باصبعیہ الابہام والتی تلیہا الخ

ترجمہ۔ درآمد آنحضرت برام المومنین زینب ترسان بحالیکہ می فرمود ندلا الہ الا اللہ وائے مرعرب را از شرے کہ بتحقیق نزدیک رسیدہ است گفتہ اند مراد ازاں فتنہا و قتالہاست کہ در عرب واقع شدہ کہ اول آں قتل عثمان است رضی اللہ عنہ بعد ازاں دائم و مستمر ماند تا آنکہ واقع شود فتنۂ یاجوج ماجوج یا مراد نفس خروج یاجوج و ماجوج است و تخصیص ویل بعرب شاید باعتبار شرف ایشاں ست در اسلام و احتمال اخیر مناسب ست بقول شریف کشادہ و رخنہ کردہ شد امروز از سد یاجوج و ماجوج ما نند ایں حلقہ و حلقہ بست آنحضرت برائے تصویر مقدار رخنہ بدو انگشت خود ما انگشتے کہ متصل است ازاں کہ مسبحہ باشد و ذکر کشادن رخنہ بیان حقیقت حال است کہ کشف کردہ شد از آنحضرت وآں نیز یا تمثیل نسبت و قوع شر قریب را بفتنۂ یاجوج و ماجوج بہ نسبت کشادن رخنہ و روزن از سد مذکور گویا ایں شر نمونہ و جزوے از فتنۂ معہودہ است بریں تقدیر مراد از الیوم روز وقوع شر قریب باشد و تواند کہ مراد ازیں شر خروج اتراک چنگیزیہ باشد الخ شیخ الاسلام کتاب الاستبار۔

اب ناظرین کو چاہیے کہ متن حدیث کی اس جملہ پر (دو بارہ بقول لا الہ الا اللہ) تھوڑی دیر پڑھ کر غور اور فکر کریں کہ جناب سرور انبیاء افضل الرسل والاتقیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو جب فتنۂ یاجوج ماجوج کا حال بذریعہ کشف معلوم ہوا تو خوف کھا کر زبان مبارک سے لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کر دیا اس نبی امی فداہ ابی وامی صلعم کا اس موقع پر لا الہ الا اللہ پڑھنا یاجوج ماجوج کے فتنہ کو کھلے طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ وہ فتنہ توحید کا سخت دشمن ہوگا۔ سبحان اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہی پاک اور قابل انسان تھے اور آپکا سینہ الٰہی علوم کا ایک ایسا خزینہ تھا جسکی نظیر اولین اور آخرین میں نہیں ملتی کس دور دراز مدت کی بتائی ہوئی باتیں آج ہم اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھ رہے ہیں کاشکے ہمارے دشمنان بیرونی و مخالفان اندرونی ان پیشگوئیوں پر غور کرتے۔ ہمیں زیادہ تر افسوس تو اپنے مخالفین علماء پر ہے کہ یہ لوگ باوجود یکہ نائب رسول ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں قرآنی نکات اور حدیث کے اشارات کی واقفیت کا دم بھرتے ہیں لیکن پھر بھی ان سے اتنا نہیں ہو سکتا کہ جو بات سرور کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کی ذات بابرکات کی عزت کا موجب ہو اور جناب رسالت مآب کی فضیلت کا باعث ہے اس کو قبول کریں ہاں بجائے صریح صداقت کے انکار اور کذب کے تیرے سینے میں تیار۔

افسوس ہے اے علمائے اسلام و فضلائے ملت خیر الانام تعصب اور عناد کو چھوڑ دو خدا کیواسطے اس فساد سے ہو جاؤ اور اپنی موت کو یاد کرو اور ملک اسلام نہ ویران ملک کا یاد کرو۔ دیکھو جب فتنۂ دجال سے محفوظ رہنے کیلئے رسول خدا افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الکہف پڑھنے کا حکم فرمایا اور فتنۂ یاجوج و ماجوج کو دیکھ کر نہایت خوف سے لا الہ الا اللہ پڑھکر سنایا تو پھر بتاؤ کہ بجز عیسائیوں کے کس قوم نے آفتاب توحید کو آسمان دنیا سے اتارا ہے جسکی طرف سورۂ کہف کی آخری آیات اور اس حدیث کے کلمہ لا الہ الا اللہ میں اشارہ ہے سوچو اور غور کرو کیونکہ یہ سوچ اور غور کا مقام ہے اب تمہارے سامنے اللہ اور اس کے رسول کا کلام ہے اس کو چھوڑ کر کہاں بھاگے ہو بچو اس فتنہ سے اگر تم جاگتے ہو آج تمہاری حفاظت کے لیئے مسیح علیہ السلام نے نزول کیا مبارک وہ جس نے اس کو قبول کیا اس مخالفت سے باز آؤ کیوں اپنے آپ کو تباہ کرتے ہو اور مخلوق خدا کو گمراہ۔

شرح حدیث جو شارح علیہ الرحمۃ سے رخنہ سد کی نسبت بیان ہے اس سے صاف روشن و عیاں ہے کہ علمائے متقدمین و فضلائے سلف صالحین ہی بعض پیشگوئیوں کے ظاہر الفاظ کو چھوڑ معنے مراد اختیار کرتے رہے بلکہ مضمون۔ پیشگوئی سے جس امر کا ایک خفیف سا تعلق دیکھتے وہ بھی اظہار کرتے رہے مگر آج کل بعض علما کا یہ دستور ہے کہ اگر کوئی ان سے معنے اختیار کرے تو پھر وہ بچارا کفر سے جو دا چور ہے پیشگوئیوں کو حرف بحرف پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں لیکن ابھی ان کے دل میں خیال نہیں کتنے لاکھ مسلمان عیسائی ہوگئے پھر بھی یہ رجال میں ہر ملک و شہر میں ان کے گلے کھنڈ میں مگر ہمارے بھائیوں کے نزدیک ابھی وہ بند ہیں یا الٰہی تو دلوں کو آلائش بغض سے پاک کر اور دشمنان مسیح کا رونجاک کر تاکہ تیرے فرستادہ کی قدر کریں اور اس زمانہ کے فتنہ سے خوف و حذر کریں۔ آمین یا رب العالمین۔

احقر العباد خاکسار کرم داد از دولمیال

ضرورت ضرورت

ایک نہایت ہوشیار اور تجربہ کار وریاست عارضی کی ضرورت ہے کم از کم انگریزی انٹرمیڈیٹ پاس شدہ ہو اور کام سے واقف ہو۔ جائداد غیر منقولہ یعنی اراضیات کا انتظام اس کے ذمہ ہوگا ملکہ اس کو مختار عام بنایا جاویگا۔ منشی ذکو قانونی ورق بھی رکھتا ہو۔ اول بیار اراضیات کا کام کیا ہو۔ درخواستیں انگریزی میں مع سرٹیفکیٹ راقم کے نام آنی چاہئیں تنخواہ علاوہ خوراک و مکان پیدا ہوگی۔ درخواستیں بہت جلد آنی چاہئیں۔ درخواست کنندہ احمدی ہو

[illegible]

سفرنامۂ دہلی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

ناظرین ان فقرات کو یاد رکھیں اور خوب یاد رکھیں کیونکہ ہم نے یہاں یہ ظاہر کرنا ہے کہ کہاں تک دہلی والوں نے اس چیلنج کو قبول کرنے میں مغالطہ دہی سے کام لیا۔ یہاں اسباب کا ذکر بھی خالی از لطف نہ ہوگا کہ بٹالوی شیخ بھی دہلی میں آپہونچا۔ ہمارے مخلص اجل اور عالم بے بدل دوست مولوی عبد الکریم صاحب رسالۃ الحق کے انٹروڈکشن میں تو شیخ بٹالوی کو روحاً مردہ قرار دے چکے ہیں مگر شایدان مردوں کیطرح جنکی نسبت بٹالوی اور اس کے دیگر ہم مشربوں کا اعتقاد ہے۔ کہ حضرت مسیح انہیں زندہ کرتے تھے لیکن تھوڑی دیر زندہ رکھکر پھر مرجاتے تھے بٹالوی شیخ بھی پھر تھوڑی دیر کیلئے زندہ ہو گیا مگر کچھ منٹ ہی جیا۔ اور تحریری طور پر کچھ بڑبڑا کر پھر مردوں میں داخل ہو گیا۔ ہمیں افسوس ہے بیچارے شیخ کو جانکندن کا عذاب دو دفعہ جھیلنا پڑا اور اسکی روح غالب کے اس مصرعہ کا ع۔ مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا۔ ورد کرتی ہوئی جسم سے نکلی۔

غرض حضرت اقدس کے ۶۔ اکتوبر کے اشتہار پر میاں صاحب تو دم بخود رہے اور بٹالوی شیخ نے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس کا جواب دیا۔ جسمیں اس نے حضرت اقدس کو نسکار اور اپنے آپ کو نسکاری قرار دیا۔ اسکی اس تعلی کی داد دینے پر ہم سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہنا چاہتے کہ ذرا آپ کا مونہہ تو دیکھا چاہئے۔

ناظرین نے حضرت اقدس کے فقرات کو تو پڑھ لیا ہے اور اس کے ساتھ حضرت کی دو شرطیں اور تھیں اول یہ کہ امن قائم رکھنے کے تم ذمہ وار ہو اور کوئی فریق بیجا اور بدتہذیب کلمہ ایک دوسرے کے حقمیں نہیں کہیگا۔ دوسری بحث تحریری ہوگی اب بٹالوی نے اپنے اشتہار میں اوپر تو دھوکا دینے کیلئے یہ لکھدیا کہ ہمیں مرزا صاحب کی کل شرطیں منظور ہیں تاکہ عملاً شرائط میں ترمیم شروع کر دی چنانچہ امن قائم رکھنے اور خلاف تہذیب کلمات سے زبان کو روکے رکھنے کی شرط میں یہ ترمیم کی۔

"اس سے وہ کلمات حقہ اور احکام نفس الامر مستثنی رہیں گے جو علم اور دین کے رو سے ایک فریق دوسرے فریق کے حقمیں استعمال کر سکے۔ مثلاً اس کے کسی عقیدہ کو کفر یا بدعت یا ضلالت قرار دے یا اسپر کسی مسئلہ میں مخالفت علوم و مطلع علماء کے سبب اس کے مناسب لفظ ناواقفی یا بے علمی وغیرہ کا زبان پر لاوے"

ناظرین ذرا غور کیجئے بٹالوی نے اس ترمیم میں اپنی بدزبانی کیلئے گنجایش رکھ لی ہے۔ فرمایئے یہ ایک ترمیم ہے یا شرط ہی توڑ دی گئی ہے اور اس سے بٹالوی کا اندرون بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ مہذب طور پر بحث کر ہی نہیں سکتا اور بدوں کلمات خلاف تہذیب استعمال کرنے کے رہ نہیں سکتا اور چالاکی دیکھئے کہ اس بدزبانی کا نام کلمات حقہ اور احکام نفس الامر رکھا ہے۔

اب دوسری شرط کو دیکھئے اسمیں آپنے یہ ترمیم کی کہ "جو تحریری بیان کوئی فریق پیش کرے وہ پہلے حاضرین مجلس کے سامنے پڑھا جاوے۔ حاضرین مجلس اس کو مطابق مدعا سمجھیں تو وہ جواب کیلئے فریق ثانی کو دیا جاوے اور اگر وہ غیر متعلق اور فضول اور خارج از بحث قرار دیں تو اوس کو غیر معتبر سمجھکر واپس کیا جاوے اور صاحب تحریر کو دوسرے بیان تحریری پر مجبور کیا جاوے"

ناظرین ذرا غور کرنا بہائیو انصاف کرنا۔ ذرا اس حکمت عملی کو ملاحظہ کرنا کس بھولے مونہہ سے یہ الفاظ نکالدیئے ہیں۔ حاضرین مجلس کون ہیں جو تحریروں کا فیصلہ کرنیوالے ہیں؟ انمیں سے بہت بڑا حصہ تو ان عوام الناس کا ہے جنکی تعریف و توصیف میں پہلا صفحہ خرچ ہوا ہے اور کچھ روسائیں جنکی تعریف اوپر گذری اور کچھ ملاں ہیں جنکا ذکر خیر ہم اوپر کر چکے ہیں یہ لوگ بٹالوی اور مرزا صاحب کی تحریروں کا فیصلہ کرنیوالے ہیں ناظرین ذرا انصاف کرنا اور دیکھنا کہ بٹالوی اور اس کے دیگر ہم مشربوں نے احقاق کی کیسی عجیب راہ نکالی ہے اس سے کیوں نہ گھر بیٹھے ہی فتحمندی کا نقارہ بجا لیا۔ بلکہ ہم یہ کیوں کہہ رہے ہیں انہوں نے تو یہ ہی کر دکھایا شاباش ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ تیسری شرط جسپر سارا دارومدار تھا اس کے متعلق بٹالوی نے یوں درافشانی کی ہے

"اور ہرگز مناسب نہیں ہے کہ پہلے اس مسئلہ وفات مسیح میں بحث ہو"

اور میاں صاحب کے متعلق یہ لکھا ہے

"یہ قرار پایا ہے کہ پہلے یہ خاکسار آپ سے گفتگو کرے پس اگر آپ کو ساکت ولاجواب کر دے تو حضرت شیخنا کو کسی تکلیف کی ضرورت نہ رہے اور اگر خاکسار آپکے خطاب وجواب سے ساکت ہو جائے تو پھر حضرت شیخ الکل سے آپکے استفادہ کی نوبت پہنچے اور یہی امر بحکم عقل و انصاف و ادب مناسب ہے شاگردوں کے ہوتے ایک شیخ و امام وقت کو زیبا نہیں ہے کہ وہ آپ جیسوں کو اپنا مخاطب و مناظر بنا دیں"

غرض بہت سے ہذیان کے بعد اور اپنے آپ ہی اسباب کا فیصلہ کرکے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے مرزا صاحب کو منظور رہے گا اور مرزا صاحب کی رضامندی حاصل کرنیکی ضرورت نہ سمجھکر یہ بھی ساتھ ہی لکھدیا کہ گیارہ اکتوبر کو چاندنی محل میں آجاؤ۔ اور بحث کر لو ناظرین آپنے مرزا صاحب کا چیلنج بھی پڑھ لیا ہے اور پھر جسطرح اسے منظور کیا گیا ہے وہ بھی آپنے ملاحظہ فرما لیا ہے۔ اب تم ہی خدا کے واسطے انصاف کرو کہ کیا اسی کا نام سب شرطوں کو منظور کرنا ہے اور کیا وہ جلسہ جائز سمجھا جا سکتا ہے اور کیا امید کیجا سکتی ہے کہ اس جلسہ کا نتیجہ اچھا نکلیگا؟ کیا بتراضی فریقین کوئی امر قرار پایا ہے؟ ناظرین یہ وہی گیارہ اکتوبر والا جلسہ ہے جسمیں شامل نہ ہونیکا مرزا صاحب پر الزام لگایا جاتا ہے۔ کیا انصاف جہان سے معدوم ہو گیا ہے؟ دہلی کے ملانو شرم کرو۔ اس کا نام تم نے گریز رکھا ہے؟ کیا مرزا صاحب کے چیلنج کو تم نے صاف طور پر منظور کر لیا تھا کہ اس جلسہ میں آنا ان پر فرض ہوتا؟ افسوس تمہاری ان چالاکیوں پر اور حیف ہے تمہاری ان افتراپردازیوں پر؟ شرم کرو کون اس سے واقف نہیں کہ حضرت اقدس محض اس غرض کیلئے دہلی تشریف لے گئے؟ کون نہیں جانتا کہ محض اسی مدعا کیلئے حضرت اقدس کامل ایک ماہ تک غربت کی تکالیف برداشت کرتے رہے؟ پھر دلی والو تمہیں حضرت اقدس پر گریز کرنیکا الزام لگاتے ہوئے کچھ شرم نہیں آئی؟ تم نے صاف طور پر شرائط کو کب منظور کیا۔ یہی اشتہار ہے جسکے فقرے ہم نے اوپر نقل کئے ہیں جسمیں تم نے حضرت اقدس کو بلایا تھا؟ یہ درست ہے کہ حضرت اقدس نے اشتہار میں لکھدیا تھا کہ ہماری شرائط منظور ہوں تو ہمیں مباحثہ کیلئے بلا لو۔ مگر کیا تم نے بلا کم و کاست شرائط منظور کر لیں؟ اور اگر اسمیں ترمیمیں کی تھیں تو کیا تم نے حضرت اقدس کی ان ترمیموں کے متعلق جو بجائے خود تمہاری طرف سے شرائط میں تھیں رضامندی حاصل کر لی تھی؟ اور سنو ہم تمہارے اشتہار پر ہی اس امر کا فیصلہ نہیں کرتے اس جلسہ کی کیفیت بھی بیان کئے دیتے ہیں ناظرین ذرا غور سے سنیں گیارہ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ۱ بجے قبل دوپہر ہم دہلی میں پہونچے۔ اور اسی وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت کے مکان میں عوام الناس کا اسقدر ہجوم تہا کہ ہمیں بڑی مشکل کے ساتھ حضرت تک پہونچنے اور قدمبوسی حاصل کرنیکا موقعہ ملا۔ حضرت اسوقت ایک رقعہ کا جواب لکھ رہے تھے جو دہلی کے ملانوں نے اپنے اسی اشتہار کے بموجب یکطرفہ فیصلہ کرکے حضرت کو بلانے کیلئے بھیجا تھا۔ جب رقعہ کی نقل ہو چکی تو حضرت نے ہمیں رقعہ دیکر جلسہ میں بھیجا جو کچھ ہم نے وہاں دیکھا اور سنا وہ یہ تھا کہ دروازے کے اندر ایک شخص کو کھڑا کر دیا تھا جو چند کتابیں لئے ہوئے بلند آواز سے پکار رہا تھا۔ چھپ گیا مسیح کی تردید میں رسالہ ایک پیسہ کو۔ گویا ہر ایک شخص کو جو اس جلسہ میں شریک ہونیکو جاتا تھا پہلے اس کے کان میں مرزا صاحب کی مخالفت کی آواز سنائی جاتی تھی جب ہم جلسہ میں تو اسوقت عبد المجید صاحب واعظ رسالہ توضیح مرام ہاتھ میں لئے اس کے فقرات لوگوں کو سنا سنا کر فتوے حاصل کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کیوں بہائیو جس شخص کے اعتقادات ایسے ہوں اسکے حقمیں تم کیا کہتے ہو جو کچھ لوگ اسکے جواب میں کہتے تھے وہ ظاہر ہی ہے اور سنئے جسوقت رقعہ ہم نے بلند آواز سے پڑھا اور شرائط کی منظوری کی سند طلب کی تو عبد المجید صاحب نے انکار کیا اور وہی اشتہار جس کے فقرے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں پیش کیا اور اسمیں سے یہ لفظ پڑھکر سنا دیا کہ ہمیں سب شرطیں منظور ہیں۔ مگر انہی ترمیموں کو چھپائے رکھا۔ ایک عرصہ تک باہم تکرار رہی اس تکرار کے عرصہ میں جلسہ کی یہ کیفیت تھی کہ جب اسطرف سے دلیل پیش ہوتی تو حاضرین جلسہ استہزا میں اڑا رہے تھے۔ اور جب عبد المجید کیطرف سے جواب دیا جاتا تو مرحبا اور تحسین کے نعرے بلند ہوتے کوئی پولیس کا آدمی اپنی وردی میں جلسہ میں دکھائی نہ دیا۔ ہماری موجودگی کے عرصہ میں صاحب انسپکٹر پولیس بھی وہاں موجود نہ تھے۔ ہمیں انکی زبان سے معلوم ہوا کہ وہ ہمارے چلے جانے کے بعد گئے تھے اور اپنے طور پر گئے تھے کسی فریق نے باضابطہ طور پر انہیں اطلاع نہیں دی تھی۔ اور جلسہ کے عوام ہم پر طرح طرح کے بہتان جما رہے تھے۔ غرض یہ اس جلسہ کی کیفیت تھی۔ مباحثہ تو ابھی ہوا ہی نہیں فریق ثانی کا جواب سنا ہی نہیں گیا وہ تشریف لائے ہی نہیں اور دہلی کے ملاؤں نے عوام الناس کو اپنے یکطرفہ بیانات سنا کر پہلے سے ہی بہرکا دیا اور مرزا صاحب کی مخالفت پر انہیں مستعد کر دیا۔ کوئی ثالث بالخیر وہاں موجود نہ تہا ایک ہی پارٹی کے آدمی وہاں موجود تھے اور یہی پبلک تھی جن سے بٹالوی شیخ نے فریقین کی تحریریں پاس کرانے کی ترمیم پیش کی تھی۔

ناظرین ذرا غور کرنا یہ اس جلسہ کی کیفیت تھی کیا اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ دہلی کے ملاؤں کی نیت نیک تھی؟

خیر بہت سی رد و قدح کے بعد ہمیں سند نہ ملی اس عرصہ میں بارہ بج گئے۔ گویا اسدن بارہ بجے شرائط کا تصفیہ ہوا۔ (باقی آئندہ)

حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم (رضی اللہ عنہ) کی علالت حسن خاتمہ اور اس سے احمدی قوم اور اہل تقویٰ اصحاب کے لئے مفید سبق

(رقم زدہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب)
(گذشتہ اشاعت سے آگے)

جماعت پر لطف مولوی صاحب مرحوم کی علالت کے ایام میں مولوی مبارک علی صاحب کے ایک لڑکے کے ہیضہ سے فوت ہو جانیکی خبر آئی۔ اسپر حضور نے بہت افسوس کیا اور فرمایا۔ کہ ہم تو ہر وقت اپنی جماعت کے مخلص احباب کے رنج و راحت میں حصہ لینے کو تیار ہیں اور جیسے کہ ہم مولوی عبدالکریم صاحب کے لئے دعا میں مصروف ہیں۔ ایسے ہی ہم ہر ایک دوست کیلئے دعا کرنے کو تیار ہیں۔ سب احباب کو اطلاع کر دینی چاہئے۔ کہ ہر سخت بیماری میں ہمکو اطلاع دیا کریں اور خط سے دیری کا احتمال ہو تو بذریعہ تار اطلاع دیدیا کریں ہم دعا کرینگے خدا قادر ہے وہ اپنے فضل سے دعا کے ذریعہ سے پہاڑوں کو بھی ٹلا سکتا ہے میں نے حضرت اقدس کا یہ پیغام بغرض اندراج اخبار شیخ یعقوب علی صاحب تراب کو پہنچا دیا تھا۔ غالباً انہوں نے درج اخبار کیا ہوگا۔

یہ تو حضرت اقدس کا ارشاد اس خاص موقع پر تھا۔ مگر ہم نے اپنے سالہا سال کے تجربہ سے دیکھا ہے۔ کہ حضرت اقدس ہر ایک مخلص مرید سے اسکے اخلاص اور محبت کے مقابل آپ پر غایت درجہ کا لطف اور مہربانی کرتے ہیں۔ اور اگر خدانخواستہ کسی پر کوئی مصیبت آ جاوے۔ تو اسقدر اسمیں ہمدردی اور مروت اور خاص توجہ دلی کا ثبوت دیتے ہیں۔ کہ گویا خود اس کے درد اور غم سے حصہ لیتے ہیں۔ اور ان کے لئے اسقدر دعائیں کرتے ہیں کہ بہت کم والدین ہیں۔ جو اپنی اولاد کیلئے اسقدر سوز وگداز رکھتے ہوں۔ جو حضرت اقدس کو اپنے خدام سے ہے۔ بلکہ بارہا حضور نے یہ فرمایا ہے کہ دعا ہو ہی نہیں سکتی جبتک دوستوں کے دکھ اور درد میں اپنے اوپر نہ لے لوں۔ چنانچہ ہم نے یہ خود دیکھا۔ کہ واقعی حضرت اقدس کی وہی حالت ہوتی ہے۔ ایک سچے مونس وغمگسار اور سچے طور پر بنی نوع انسان سے محبت کرنیوالے انسان میں ہونی چاہئے جیسے کہ انبیاء اور مرسل ہوتے ہیں۔

یہ خدا کا فضل ہے کہ آج ہم اپنے درمیان اس محبت اور خلق محمدی کا نمونہ اس مسیح موعود میں دیکھتے ہیں کہ جو خلق خدا کے لئے اپنی جان فدا کرنی اور ان کیلئے بھی ہمدردی کرنی اپنا عین مقصد سمجھتا ہے۔ رسول اللہ کا عشق جسکی جان ہے اور جو اس امت محمدیہ کی بہبودی کیلئے اپنے سینہ میں ایک خاص محبت اور جوش رکھتا ہے اور کیسے ظالم ہیں۔ وہ لوگ جو ایسے دل کو دکھ دیتے ہیں جسکے ہر ایک گوشہ میں خدا اور اس کے رسول کی محبت رچی ہوئی ہے۔

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے
گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
تیرے منہ ہی کی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور مرا ہر ذرہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

۶۔ دہلی کا سفر مولویصاحب مرحوم کی علالت سے کئی روز پہلے حضرت ام المومنین صاحبہ کا ارادہ دہلی جانیکا تھا۔ چنانچہ جس روز میں قادیان پہونچا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت اقدس دو چار روز کے بعد دہلی تشریف لے جانیوالے ہیں۔ مگر جب مولویصاحب کی علالت نے طول پکڑا۔ اور مرض دن بدن ترقی کرنے لگی۔ تو حضرت اقدس نے دہلی جانیکا ارادہ بالکل فسخ کر دیا۔ اور حضرت ام المومنین صاحبہ نے بھی (جو الٰہی کاموں میں کسی قسم کی مدد سے دریغ نہیں فرماتیں اور ہر ایک مخلص مرید کو اپنے بچوں کے برابر سمجھتی ہیں) یہ مناسب نہ سمجھا کہ مولویصاحب کی علالت کے ایام میں دہلی جاویں۔ اگرچہ ان کو بعض خانگی امور کیوجہ سے جلدی جانا ضروری تھا مگر انہوں نے مولویصاحب کی تیمارداری کو مقدم سمجھا۔ ایک روز میں نے حضرت اقدس سے پوچھا۔ کہ حضور کا دہلی تشریف لیجانے کے متعلق کیا ارادہ ہے۔ فرمایا مولویصاحب کی بیماری کیوجہ سے میں نے اس ارادہ کو ملتوی کر دیا ہے۔ یہ شرط مروت کے خلاف ہے کہ مولویصاحب کو ایسی بیماری میں چھوڑ کر میں دہلی چلا جاؤں۔

۷۔ خدام کو نصیحت فرمایا کہ جماعت کا فرض ہے کہ وہ مولویصاحب کیلئے دعا کریں اور یہ بھی فرمایا تم اپنے بھائی کیلئے دعا کرو اور اسطرح سے اپنے بھائی کی مدد کرو۔

۸۔ خدا تعالیٰ پر بھروسہ حضرت اقدس نے اخیر دم تک مولویصاحب کیلئے دوا اور دعا سے کام لیا۔ اور ایک لمحہ کیلئے بھی خدا تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل سے مایوس نہ ہوئے اگرچہ بعض[۱] الہامات صاف موت کیطرف دلالت کرتے ہیں اور بعض[۲] خوابوں سے بھی یہی پایا جاتا ہے مگر چونکہ الہاموں میں مولویصاحب کا نام نہ تھا اگرچہ بظاہر انہی کی بیماری کیطرف اشارہ معلوم ہوتا تھا پھر بھی اپنی نیک فال لینے والی طبیعت سے جبتک کہ خدا تعالیٰ کیطرف سے تصریح نہ آئی۔ نہ چاہا کہ ان الہامات کو خود اس عزیز کیطرف منسوب کریں۔ اور اخیر تک خدا کی جناب سے مایوس نہ ہوئے۔ کہ وہ موت میں تاخیر ڈالدے چنانچہ جب کبھی مولویصاحب کی نازک سے نازک حالت کی ہم نے اطلاع دی۔ یہی فرماتے کہ خدا سے مایوس مت ہو۔ وہ شخص بہت بدقسمت ہے جو اسباب پر بھروسہ کرتا ہے۔ میں تو اسکے فضل پر بھروسہ کرتا ہوں۔

ایک دفعہ علاج کے متعلق ذکر ہو رہا تھا مجھے اور ڈاکٹر رشید الدین صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اس ملک کے اکثر ڈاکٹر یورپ کی آواز کے منتظر رہتے ہیں اور اس کے متبع ہوتے ہیں۔ مگر ہم ہر وقت خدا کی آواز کے منتظر رہتے ہیں۔ اور اسی کے اتباع کو اپنے لئے فرض سمجھتے ہیں۔

ایک دن فرمایا مصیبت کے زخم کیلئے کوئی مرہم ایسا تسکین دہ اور آرام بخش نہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا

چنانچہ ہم اس بات کو حضرت اقدس کی روزمرہ کی زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ کہ جیسے ان کو خدا تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ ہے۔ موجودہ زمانہ میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ بالخصوص مولویصاحب کی بیماری میں تو ہم نے خدا کے عجائبات پر ایمان کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ دیکھا یعنی ایک طرف تو مولویصاحب کی حالت ایسی نازک کہ بظاہر بچنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ اور دوسری طرف الہام ہو رہے ہیں کہ جنسے موت ہی کی خبر ملتی ہے۔ مگر پھر بھی خدا کے فضل سے اپنی امید کو نہیں توڑتے اور دعا میں اس درجہ تک کوشش کی جاتی گویا اس پیارے اور عزیز کیلئے اپنے آپ کو فنا کر دیا۔ تاکہ اگر کسی طرح سے ممکن ہو تو اللہ تعالیٰ اس خادم دین کی موت میں تاخیر ڈالدے گھر میں تو دن رات دعا میں ہی گذرتا تھا۔ ۸ ستمبر کو فرمایا کہ ہم جنگل میں جا کر دعا کریں گے۔ اور سب جماعت کو حکم دیا کہ وہ ایسا کریں اور علیحدہ علیحدہ ہو کر سجدہ میں گر کر دعائیں مانگیں ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کی دعا میں اثر ڈالدے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ خلق جدید پر قادر ہے۔ وہ ایسے اسباب مہیا کرے۔ جو اس مرض کیلئے مفید اور ممد و معاون ہوں۔ صحت عطا کرنا اس کے اختیار میں ہے۔

اسقدر دعائیں کرنا۔ گویا کہ رات دن دعا میں مصروف رہنا ہر ایک کا کام نہیں۔ سوائے ان لوگوں کے کہ جن کو خاص خدا سے تعلق اور پیار ہوتا ہے۔ ورنہ جس کا دل خدا کے ساتھ نہیں ہوتا اسے دعا کیلئے توفیق ہی نہیں ملتی اور اگر ہاتھ اٹھاتا بھی ہے تو مرے ہوئے دل سے۔ اور پھر تھک کر اس سے رہجاتا ہے دعا میں کمال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا حصہ تھا یا اب ہم اس کے کامل بروز اور مظہر حقیقی امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔ جسکو یاور نہ ہو وہ خود کچھ عرصہ صحبت میں رہکر دیکھ لے اور اگر طلب حق مقصود ہو تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ ضرور ہے کہ ہر ایک سعید الفطرت اسی نتیجہ پر پہنچے گا۔ جسپر ہم پہنچے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ وما توفیقی الا باللہ۔

۹۔ حضرت کا پیغام مولوی صاحب کو یہ ایک عجیب واقعہ قابل ذکر ہے۔ کہ مولوی صاحب پر جب عمل جراحی کیا گیا۔ تو اس روز سے جیسے کہ میں پہلے ذکر کر آیا ہوں حالت نہایت ردی ہو گئی تھی۔ اور بظاہر کوئی بچنے کی امید نہ تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے قریب سات گھنٹے کی بیہوشی کے بعد حضرت اقدس کی دعا سے پھر مولویصاحب کو ہوش آگئی۔ اور نبض کی حالت کو جو سخت کمزور اور خطرناک ہو گئی تھی۔ درست ہوئی گویا کہ اللہ تعالیٰ نے نئے سرے جان عنایت فرمائی اس سے اگلے دن مولویصاحب کی حالت بہت اچھی تھی اور کاربنکل کا تمام ردی مواد کاٹ کر پھینک دیا گیا مولوی صاحب اور ان کے تمام احباب اور عزیز اس تبدیلی کو دیکھکر خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر بجا لائے۔ اس روز جو میں مولویصاحب کو پٹی لگانے کیلئے جانے لگا۔ تو حضرت اقدس حسب معمول مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور مولویصاحب کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے مجھے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مولویصاحب کو خطرناک حالت سے نجات دی ہے۔ اور اس تکلیف دہ عارضہ سے مخلصی بخشی ہے ہم نے ان کے لئے بہت دعا کی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جو شخص خطرناک اور سخت مرض سے نجات پاتا ہے وہ فرشتوں سے جا ملتا ہے۔ سو آپ جا کر مولوی صاحب سے کہنا کہ وہ میرے لئے بھی دعا کریں کہ میرے جو مقاصد ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں کامیاب کرے۔

(باقی آئندہ)

---

[۱] مثلاً ۸ ستمبر ۱۹۰۵ء اذا جاء افواج و سمٌّ من السماء یعنی آسمان سے فوجیں اور زہر اترا۔ ۲ ستمبر ۱۹۰۵ء سینتالیس سال کی عمر انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۸ ستمبر ۱۹۰۵ء کفن میں لپیٹا گیا۔ ۹ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ انا اللہ یا الانطیش مهاسما۔ موتهن گا تیر خطا نہیں جاتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور اس سے بہت عرصہ پہلے کا الہام تھا۔ دو شہتیر ٹوٹ گئے۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ ماکان النفس ان تموت الا باذن اللہ۔ نیز از بدر مورخہ ۶ اپریل ۱۹۰۵ء۔ کوئی دم کشتی ہے "ہم سے وہ جہان چھوڑ دیا ہے" حضرت اقدس نے فرمایا اس سے معلوم ہوا۔ کہ کوئی آدمی ہم سے تعلق دوستی یا دشمنی رکھنے والا اس جہان سے گذر جائیگا۔

[۲] مثلاً خواب میں تین بار سورہ فاتحہ پڑھی۔ اور خوابوں کے حصے جنمیں مولویصاحب کو صحت میں دیکھا۔ اس سے روحانی صحت مراد تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کاربنکل سے بالکل نجات دیدی۔ بہت عرصہ پہلے یہ بھی دیکھا گیا تھا کہ جس چوبارہ میں مولوی صاحب رہتے ہیں وہ چوبارہ گر گیا۔

سلک مروارید کی عام قبولیت

سلک مروارید کے دوسرے حصہ کی اشاعت کو ابھی بہت عرصہ نہیں گذرا بلکہ پورا مہینہ بھی نہیں ہوا لیکن اس عرصہ میں اسکی غیر معمولی قبولیت اور تاثیر نے مجھے جرات دلائی ہے کہ اس سلسلہ کو بدستور جاری رکھا جائے اور وقتاً فوقتاً ایسے رسالے شایع ہوتے رہیں۔ اکثر احباب نے مجھے اس امر پر خصوصاً توجہ دلائی ہے کہ میں اس سلسلہ میں کئی رسالے لکھوں۔ بیسیوں خط اس رسالہ کو مفید اور بااثر ہونے کے متعلق میرے پاس آئے ہیں۔ میں انمیں سے صرف تین کا خلاصہ یہاں ضرور دینا چاہتا ہوں۔ اور میری غرض ان خطوط کے اندراج سے یہ ہے کہ تا جن لوگوں کو ابھی تک علم نہیں وہ اس رسالہ کو ضرور پڑھیں اور کثرت کے ساتھ اسکو رواج دیں۔ سلک مروارید کے دوسرے حصہ کا پہلا ایڈیشن ۱۲۰۰ چھاپا گیا تھا جن میں سے ۶۰۰ جلدیں باقی رہگئی ہیں۔ جو اگر احباب ہمت سے کام کریں تو اسی فروری میں نکل جاویں۔ پس اگر آخیر فروری تک یہ باقی ماندہ ۶۰۰ جلدوں کی اشاعت ہوگئی تو میں انشاء اللہ اپریل تک سلک مروارید کا تیسرا حصہ شایع کردونگا۔ امید ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس دوسرے حصہ سے بھی زیادہ مفید ہوگا۔ اور جسمیں تربیت اولاد اور امور خانہ داری کے متعلق مضامین خصوصاً عجیب ہونگے۔ وہ خطوط یہ ہیں۔

برادرم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے آپکی کتاب سلک مروارید کو شروع سے لیکر آخیر تک نہایت دلچسپی سے پڑھا۔ میں آپ کو اس حسن بیان اور خوبی مضمون اور موثر تقریر پر مبارکباد دیتا ہوں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی قبولیت کا شرف بخشیگا اور یہ کتاب بہت سے طالب حق لوگوں کو سیدھے رستہ کیطرف راہ نمائی کرنے کی موجب ہوگی۔ آپ مجھکو اس کتاب کی اور بھی جلدیں بذریعہ وی پی ارسال فرما دیں۔ مشکور ہونگا۔ خاکسار یعقوب بیگ از شاہ پور

بخدمت اقدس جناب شیخ یعقوب علی صاحب تراب احمدی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ چار جلد سلک مروارید حصہ دوم پہونچی ہیں۔ حسب ارشاد والا اشاعت میں کوشش کرونگا۔ کمترین نے حصہ دوم کو اول سے آخر تک دیکھا اور سلسلہ کیلئے پہلا حصہ بھی اچھی طرح پڑھا۔ میرے خیال میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اشاعت کیلئے اور مخالفین پر حجت حق قطع کرنے کیواسطے اس سے زیادہ عمدہ اور دلچسپ طریقہ نظر نہیں آتا کہ لڑکیوں اور عورتوں کی زبانی سلیس نیز اس عمدہ دلچسپ میں ہوتے ہوئے بطور پیرایہ دلایل زبر دست عقلیہ و نقلیہ سے وفات مسیح ناصری ازلی و ابدی ہونے اور بیہودہ وغیرہ مسایل پر گفتگو کرکے معترضین کے دم بند کئے جاویں اور باتوں ہی باتوں میں عیسائیوں وغیرہ کی خوب خبر لیجاوے۔ یہ طرز آپکو اللہ تعالیٰ نے نہایت اعلیٰ قسم کی سمجھائی ہے۔ مگر اب سلسلہ سلک مروارید منقطع ہونے پاوے انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کی اشاعت احمدیہ جماعت میں بہت کچھ نتیجہ خیز ہوگی امید ہے کہ گھروں میں لڑکیوں کی تعلیم کا رواج تھوڑا بہت ہوتا جاتا ہے اگر کسیقدر روانگی کے بعد یہ کتابیں انکو پڑھائی جاویں تو انکو علاوہ زبان دانی کے اعلیٰ اعلیٰ مسایل دینیہ سے بھی واقفیت تام پیدا ہو جاویگی میری چھوٹی لڑکی نے جو ابھی پرائمری پاس شدہ ہے ہر دو حصے دو تین دن میں خود بخود نہایت ہی دلچسپی سے پڑھ کر کئی ایک عورتوں کو سنائے ہیں۔ میرے ایک دوست جو غیر احمدی ہیں ان دونوں حصوں کو مطالعہ کرکے کہنے لگے۔ کہ بس صاحب آج میرے سارے شکوک اور شبہات جاتے رہے ہیں آپ جو کچھ بھی حضرت مرزا صاحب کے دعادی کی بابت یا وفات مسیح اور جہاد اور دجال وغیرہ کی نسبت فرمایا کرتے ہیں مجھے بخوبی سمجھ میں آگیا ہے اور ایسا ذہن نشین ہوگیا ہے کہ اب میں انشاء اللہ تعالیٰ دوسروں کو بھی سمجھا سکتا ہوں اور ہم دیگر ایک کتاب خرید بھی لی ہے۔ گلاب الدین از رہتاس

کتاب سلک مروارید حصہ دوم ہر دو نسخہ مع سرفراز نامہ شرف صدور لاکر باعث افتخار ہوئی۔ اور لوگ بھی اس کتاب کو پڑھ کر کیوں نہ خوش ہوئے ہونگے امید ہے کہ بہت سے خطوط کتاب کی تعریف کے خدمت عالی میں پہونچے ہونگے مگر میں تو نہایت ہی خوش و خورم ہوا کتاب کو شروع کرکے چھوڑنیکو دل نہیں چاہتا تھا اور جبتک نہیں اول سے آخر تک دیکھ نہیں لیا کل نہیں پڑی پھر مسجد میں جماعت کے پاس جا کر کیا۔ سب سننے کو مشتاق ہوئے مگر مشکل یہ کہ اردو کو وہ لوگ بالکل نہیں سمجھ سکتے تھے پہلے عبارت پڑھنی پھر پنجابی میں ترجمہ سمجھانا شروع کیا عشاء کے پہلے ہی لوگ آموجود ہوتے تھے کبھی دس کبھی گیارہ بجکر عشاء کی نماز پڑھی جاتی۔ بڑی دلچسپی سے لوگ سنتے ہیں ابھی دو تین روز کی منزل باقی رہتی ہے۔ الغرض کتاب بہت ہی عجیب ہے جزاکم اللہ خیراً اب تیسرا حصہ کا بہت جلد نکلنا چاہیئے۔ اسمعیل از ترگڑی

درخواست دعا

ا۔ منشی ظفر حسین صاحب متعلم میڈیکل کالج سکول لاہور نے آخری امتحان دیا ہے احباب انکی کامیابی کیلئے دعا کریں۔ ایسا ہی منشی عبدالحق صاحب کیلئے جنکا مقدمہ سیالکوٹ میں ہو چکا ہے صرف حکم سنانا باقی ہے اللہ تعالیٰ رحم کرے احباب دعا کریں۔

۲۔ منشی عبدالمجید صاحب ایک مخلص احمدی تھے قضاء الٰہی سے فوت ہوگئے ہیں احباب ضرور جنازہ غایب پڑھیں

تحفہ احمدیہ۔ منشی منظور الٰہی صاحب سوہدروی نے مندرجہ بالا عنوان کے نام سے ایک سلسلہ چھوٹے چھوٹے رسالوں کا شروع کیا ہے جسمیں اسلام اعتراضات آریہ سماج اور رد دیگر مذاہب کے اصولوں کا مقابلہ وہ کرنا چاہتے ہیں پہلا رسالہ شایع ہوگیا ہے قیمت ار بعض مخلص اور سرگرم احباب کو بھیجا گیا ہے صرف نیم جلد طبع ہوا ہے جلد منگوالیں۔ دفتر الحکم قادیان سے ملیگا

اصلاح معاشرت

ذیل میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک گرامی نامہ درج کیا جاتا ہے جو حکیم فضل الدین صاحب بھیروی کے نام ہے اس خط کے اندراج کی غرض و غایت خود خط ہی سے معلوم ہو جاویگی۔ مگر کسیقدر حالات اس کے متعلق لکھنے ضروری ہیں حکیم صاحب کی تیسری بیوی جسکا اس خط میں ذکر ہے پچھلے دنوں حکیم صاحب سے ناراض ہو کر حضرت اقدس کے حضور استغاثہ لیکے گئی جس پر آنحضرت نے حکیم صاحب کو رفق و اخلاق اور حسن معاشرت کی ہدایت کی اور بیوی مذکور کو حکیم صاحب کی اطاعت و فرمانبرداری کرنیکا حکم دیا جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔ مگر پھر کوئی امر پیش آیا جس پر آنحضرت نے حکیم صاحب کو یہ خط لکھا اور اس کے اخبار میں درج کر دینے کا مشورہ دیا۔

تعمیلاً لارشاد عالی اسکو شایع کیا جاتا ہے امید ہے یہ خط بہت سے مردوں اور عورتوں کیلئے مفید ہوگا اور بیہودہ گو اس پر کئی قسم کی نکتہ چینیاں کریں گے۔ یہ بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ اس خط میں دو ہفتہ کی مہلت کیلئے آپ نے لکھا تھا مگر پھر بنظر ترحم زبانی حکم دیا کہ ایک ماہ کیلئے مہلت دو۔ ایسا ہی خط میں حکم دیا تھا کہ انکی گھر میں سونا بھی چھوڑ دیں مگر پھر آپ نے فرمایا کہ سونا چاہیئے تاکہ اسکی اصلاح کا موقع ملتا رہے۔ ایڈیٹر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مجھے یقیناً معلوم ہو گیا ہے کہ مریم کی ہی زیادتی ہے اور جو کچھ عورتوں کیلئے خدا اور رسول کا حکم ہے کہ اپنے خاوندوں کی ادب اور تعظیم اور ہمدردی اور خیر خواہی کریں اب اسمیں باقی نہیں ہے اور میں نے اسکو اس بارے میں بہت سمجھایا تھا مگر افسوس کہ اس نے اس پر عمل نہیں کیا اسلئے میری رائے تو اس بارہ میں یہ ہے کہ آپ دو ہفتہ تک ایک تحریر کے ساتھ اس کو مہلت دیدیں کہ اگر وہ اس مدت تک توبہ کرکے اپنی تبدیلی کرے تو بہتر ورنہ اسکی اس شوخی اور سرکشی سے سمجھا جائیگا کہ وہ خود طلاق مانگتی ہے تو اس صورت میں تمہیں اختیار ہوگا کہ اس کو طلاق دیدیں اور بہتر ہے کہ یہی مضمون کسی اخبار میں چھپوا دیا جائے کیونکہ اب یہ معاملہ پوشیدہ نہیں رہ سکتا اس سے دل پر رعب پیدا ہوگا۔ اور یہ بہت قرین مصلحت ہے کہ اس مقرر کردہ مدت میں نہ اسکو گھر سے نکالا جاوے اور نہ وہاں سونا ہوگا اور یہی شرط لکھدیں کہ وہ بلاتوقف اپنے بھائی اور ماں کو رخصت کر دے ورنہ نافرمانی متصور ہوگی پھر اسقدر کوشش کے بعد اگر باز نہ آوے تو اسکو طلاق دیدیں تا اسکی شر سے نجات ہو

والسلام۔ مرزا غلام احمد

حضرت مسیح کی خدمت میں ایک خط اور اسکا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب مرشدنا و مولانا امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

بعد از السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہم تین شخص جماعت احمدیہ ٹکلم مونگ ضلع گجرات سے تین روز سے حاضر حضور ہوئے ہیں۔ ایک عرض حال کیواسطے کوئی موقعہ اور وقت ایسا میسر نہیں آیا جو اپنے حالات باقی حضور میں عرض کئے جاتے اسلئے یہ عریضہ خدمت حضور میں پیش کرتے ہیں۔ اول میں مسمی عبداللہ موچی اپنا عرض حال کرتا ہوں کہ مجھکو حضور سے بیعت ہوئے عرصہ تقریباً ڈیڑھ سال کا گذرا ہے اس عرصہ میں مخالفین نے اکثر تکالیف پہنچائی ہیں۔ اور اب بھی پہنچا رہے ہیں۔ کاروبار دنیوی میں بھی بہر حسی روک ڈال رہے ہیں بغرضیکہ ہر طرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش بلیغ کرتے ہیں۔ بلکہ خاص رشتہ دار بھی میرے دشمن ہوگئے ہیں۔ مجھکو وہاں رہنا بہت مشکل ہوگیا ہے کسی صورت مجھکو وہاں گذارہ کرنا نظر نہیں آتا ہر طور وہاں سے مجبور ہوگیا ہوں اور میری طبیعت بھی خود ان لوگوں سے بیزار ہے میں خود انمیں رہنا نہیں چاہتا۔ مگر مجبور پڑا ہوا ہوں۔ اب میری بات جیسا کچھ حضور انور مناسب سمجھیں حکم فرما دیں۔ اب مجھکو کیا کرنا چاہیئے۔ جیسا حکم ہو عمل میں لاؤں۔ دوسرا بیان بھائی احمد الدین ہے۔ اسکی بھی ایسی ہی حالت ہے وہ بھی وہاں رہنا نہیں چاہتا۔ اور تیسرا امام الدین نامی کشمیری ہے اسکو وہاں رہنے میں ہماری جیسی تکلیف تو نہیں ہے۔ مگر دعا کیواسطے وہ بھی عرض کرتا ہے کیونکہ مخالف زیادہ ہیں۔ اور ہم صرف تین شخص احمدی ہیں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں نے تمام خط پڑھ لیا ہے۔ میرے نزدیک مناسب ہے کہ ہجرت نہ کریں۔ بلکہ اپنی صبر اور استقامت اور نرمی اور اخلاق کے ساتھ دشمن کو شرمندہ کریں اور نیک سلوک سے پیش آویں اور ہمیشہ نرمی کیساتھ اپنی عقائد کی خوبی اور سچائی انکے ذہن نشین کریں اور نیک نمونہ انکو دکھلا دیں۔ ممکن ہے کہ وہ اخیار کی خصلت سے باز آجاویں۔ بہرحال بے صبری نہیں کرنی چاہیئے اور صبر اور استقامت سے کام لینا چاہیئے اور اپنے دشمنوں کی ہدایت کیلئے بھی دعا کرتے رہیں۔ کیونکہ ہمیں خدا نے اخلاق حمیدہ عطا کی ہیں اور وہ لوگ اندھے اور دیوانہ ہیں ممکن ہے کہ آنکھ کھلنے کے بعد حقیقت کو پہچان لیں علاوہ اسکے خدا تعالیٰ نے مجھے ایک بڑے نشان کا وعدہ دیا ہے اور جہانتک میرا خیال ہے وہ ایک سخت زلزلہ ہوگا جو دنیا کے دلوں کو ہلا دیگا اور وہ بہت سخت ہوگا جیسے اسکے صدمہ سے دنیا ہوگی رہ جائیگی اور بہتیرے ایمان پائیں گے مردے زندہ ہونگے۔ اور زندہ مرینگے اور ضرور ہے کہ جاہل لوگ اپنی ضد پر قایم رہیں جبتک خدا تعالیٰ کا وہ دن آوے اور پھر ایک دنیا کو زیر و زبر کر دے سو اس وقت تک صبر اور نیک چلنی کا لوگوں کو نمونہ دکھا کہ فساد کی جگہ نیکی کرتا آسمان پر تمہارے لئے اجر ہو۔ اور میرا انشاء اللہ